آسیہ رزاقی

بزرگ کہتے ہیں انسان غرض کا بندہ ہے۔ اور دنیا خود غرضوں سے بھری ہوئی ہے مگر کوئی پہچانتا نہیں، کون خود غرض ہے کون غرض مند۔ اور اس غرض کے پیچھے بہت لوگوں نے فائدے حاصل کیے۔ ارم کو تو نقصان ہی ہوا اور اسے عرصے بعد اپنے نقصان کا اندازہ ہوا۔ مگر پھر وہ مجبور ہو چکی تھی۔ وہ ایک سیدھی سادی مشرقی لڑکی تھی۔ حالات کی ستائی قسمت کے ہاتھوں مار کھائی۔ نو عمری میں اس کی ماں گزر گئی۔ چند سال کے بعد باپ نے رخت سفر باندھا۔ مگر مرنے سے پہلے وہ بیٹی کا ٹھکانا بنا گئے۔

مکمل ناول

اپنے بھانجے کے ساتھ اس کا عقد کردیا۔ اور سکون سے قبر میں جاسوئے۔

اس وقت بی بی ارم نے بھی کوئی اور چارہ نہ ہونے کے سبب اس فیصلے پر سر جھکا دیا تھا۔ ایک پھپھو کے سوا دوسرا کوئی رشتے دار ہمدرد تھا بھی کون۔ دور کے رشتے دار تو کبھی کبھار ملنے یا عیادت اور پرسے کے لیے ہی نظر آتے۔ اماں کی بیماری کے دوران پھپھو ہی اپنا گھر بار چھوڑ کر بھابی کی تیمارداری کے لیے آگئی تھیں۔ اس وقت تو اسے یہ علم تھا نہ تصور میں تھا کہ اماں ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہی ہیں۔ پھپھو کی ذات سے اسے تقویت ضرور ہوئی۔ پھر اماں کے بعد وہ اسے بہت سی نصیحتیں کرکے رخصت ہوگئیں۔ ابا کے ساتھ پہلے پہل اکیلے گھر میں اس کا دل بہت گھبراتا۔ اماں یاد آتیں تو وہ خوب روتی۔ ابا اسے بہلاتے۔ اور ابا کے جانے کے بعد وہ پڑوس میں چلی جاتی۔

پڑوسن خالہ نے اس کا بہت ساتھ دیا۔ بے حد خیال رکھا۔ کھانا پکانا، سینا پرونا سکھایا۔ اور سب سے بڑھ کر اسے تنہائی سے بچایا۔ صحیح معنوں میں ابا کی بیماری میں اسے ان کی قدر ہوئی۔ ان ہی نے پھپھو کو اطلاع کی۔ پھپھو آئیں تو بھائی کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔ انہوں نے فون کرکے اپنے بیٹے کو بلالیا۔ اور اس کا عقد کردیا۔

پھر ابا ختم ہوگئے۔ اور چند دن بعد وہ روتی بلکتی پھپھو کے ساتھ ان کے گھر آگئی، روانگی کے وقت پڑوسن خالہ نے پھپھو سے درخواست کی تھی۔

"یتیم بچی کو لے جارہی ہو۔ اسے خوش رکھنا۔ دل نہ دکھانا کبھی، ورنہ اس کے ماں باپ روز محشر دامن گیر ہوں گے۔"

☼ ☼ ☼

پہلی بار اپنی سسرال میں قدم رکھا۔ وہ ایک لحاظ سے مسکن بھی تھا۔ پھپھو نے پہلے ہی تعارف کرادیا تھا۔ جس سے پتہ چلا۔ پھپھا غصہ ور، ان کا بیٹا اکڑفوں۔ گھر خاصا فراخ مگر سلیقے سے خالی تھا۔ بقول پھپھو کے۔

"میں بوڑھی ہوں، بیمار رہتی ہوں، گھر کی دیکھ بھال کے لیے جوان خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب تم آگئی ہو گھر چمکالینا۔"

ان کا بیٹا کسی دوسرے شہر میں جاب کرتا تھا۔ وہ تو پھپھو کے بلانے پر ماموں کو دیکھنے آیا تھا۔ نکاح کے بعد ماموں کی آخری رسومات ادا کرکے فوراً چلا گیا۔

"نوکری کا معاملہ ہے۔ زیادہ چھٹی نہیں ملتی۔" پھپھو نے کہا تھا۔

ارم تو اس وقت ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔ اس نے اپنے منکوحہ کو دیکھا نہیں۔ شاید وہ سامنے آیا بھی ہو تو [illegible] نہیں۔ [illegible] ان [illegible] ہی نہیں پھپھو کبھی کبھار جاتی تھیں۔ وہ پھپھا [illegible] بھی نہیں [illegible] ابا [illegible] اب کون اسے پیار سے گڑیا کہہ کر پکارے گا۔ کون اس کی اوٹ پٹانگ باتوں پر مسکرائے گا۔ کون اس کی خواہشیں پوری کرے گا۔ خیالات کا ہجوم اسے مستقبل سے بے گانہ رکھے ہوئے تھا۔ پھپھو اچھی ہیں۔ اس لیے ان کا بیٹا بھی اچھا ہوگا۔ یہ سوچ کر مطمئن تھی۔

مگر یہاں آکر احساس ہوا۔ سب اچھے ہی نہیں ہوتے۔ پھپھا نہایت [illegible]

"تم اپنی غرض کے لیے اپنی [illegible] لائی ہو۔ [illegible]" غیر [illegible] نظروں [illegible]

پہلی بار جب وہ انہیں سلام کرنے ان کے [illegible] تو انہوں نے منہ پھیر لیا۔ اور بڑبڑائے۔

"میں غیروں کا سلام نہیں لیتا۔"

"غیر کیوں، بہو ہے تمہاری، سسر کے سلام کو آئی ہے۔"

"کیسی بہو؟ میں تو اسے جانتا نہیں۔"

"تمہارے بیٹے کی دلہن ہے۔ پچھلے ہفتے نکاح ہوا ہے۔"

"میں کیا جانوں میں بیٹے کے نکاح میں شریک نہ ہوا تو کیسے یقین کرلوں۔ کیا پتا کہاں سے اٹھا لائی ہو۔"

وہ تعجب سے پھپھو کو دیکھنے لگی۔ اسے تو پھپھا پاگل



لگے۔ پتہ نہیں اصلیت کیا تھی۔ پھپھو کا کمرہ خاصا بڑا تھا۔ انہوں نے ارم کا بستر اپنے کمرے میں کردیا۔ کمرے تو کئی تھے۔ سب خالی پڑے تھے۔

اگلے دن سے وہ کام میں جت گئی۔ کھانا پکایا گھر چمکایا۔ پھپھا کے نخرے بہت تھے۔

سبزی نہیں کھائیں گے۔ دال پسند نہیں کبھی گوشت بھی چھوڑ دیتے۔ انڈے کھاتے۔ کھانے میں سو طرح کی تنقید کرتے۔ کبھی نمک کی کمی کا رونا تو کبھی مرچوں کی زیادتی پر اعتراض "آج کل وہ دال اور گوشت لاکر [illegible]" تھے۔

☼ ☼ ☼

اس دن [illegible] کھانا تیار کرکے [illegible] دروازے پر [illegible] کی دستک سنی۔ پھپھو نے دروازہ کھولا اور خوشی سے چیخ ماری۔ پھر وہ کسی اجنبی کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوگئیں۔ اس کے بعد زور زور سے رونے چلانے کی آوازیں سن کر وہ گھبرا کر باہر آئی اور کمرے کے دروازے سے اندر جھانکا۔ پھپھا پلنگ پر [illegible] اس کسی سے لپٹے ہوئے کھڑے رو رہے تھے الٰہی [illegible] کیا ہوگیا [illegible] اور انہیں روک رہی [illegible] ان کا بیان [illegible] اپنی غرض [illegible] ابر سے ان کو [illegible] وہ اس کو پھپھا [illegible] کی گرفت سے [illegible] میں کامیاب ہوگئیں۔ وہ ان سے الگ ہوکر مڑا اور پھپھو سے لپٹ گیا۔

"یہ بھی خیال نہیں کہ بچہ سفر سے تھکا ہوا آیا ہے۔ لگے شکایتیں کرنے۔"

اب اسے علم ہوا۔ صاحبزادے کی تشریف آئی ہے۔ وہ وہیں کھڑی تھی کہ وہ قریب آیا۔ اس کو دروازے پر کھڑا دیکھا رک گیا۔ پھر ایک انگلی اس کے رخسار پر رکھ کر مسکرایا۔ مڑ کر پھپھو کو دیکھا اور بولا۔

"اچھی ہے۔ بہت اچھی ہے۔"

کہتا ہوا اس کے سامنے سے نکل کر صحن میں چلا گیا۔

"سمیر کو قیمہ مٹر پسند ہے۔ جلدی سے بھون لو۔ ابھی نہائے گا۔ اتنی دیر میں تیار ہوجائے گا۔ شام کو بریانی بنالینا۔ مرغی منگوالوں گی۔ اور ہاں۔۔۔ اپنے پھپھا کا کھانا لے آو۔ دیر ہوئی تو ہنگامہ کریں گے۔"

"سمیر کیسا لگا تمہیں؟" پھپھو شوخی سے پوچھنے لگیں۔ وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔ "پتہ نہیں" کہہ کر کچن میں آگئی۔ اور قیمے کی تیاری کے لیے مسالہ بنانے لگی۔ اس نے اسے غور سے کب دیکھا۔ اس کی نامعقول [illegible] جسارت پر وہ ہکا بکا ہوگئی تھی۔ پھپھا کو کھانا پہنچا کر [illegible] میں بیٹھ کر خود بھی کھایا۔ اور پھر صحن کے نل سے [illegible] بھر کر کپڑے دھونے شروع کردیے۔ ماں بیٹے نے ساتھ کھانا کھایا۔ رات کو البتہ پھپھو اسے زبردستی [illegible] لے گئیں۔

مزے لے لے کر بریانی کھاتے ہوئے سمیر کو پھپھو نے مخاطب کیا۔

"آج سے ارم تمہارے کمرے میں رہے گی۔ اکیلی ڈرتی تھی۔ اس لیے میں اسے اپنے ساتھ لٹالیتی تھی۔ اب تم آگئے ہو۔"

سمیر نے تعجب سے ماں کو دیکھا۔ پلیٹ کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔۔۔۔

"ہیں۔۔۔ مگر کیوں۔۔۔؟ رخصتی تو ہوئی نہیں۔"

"بس۔۔۔ ہوگئی رخصتی، نکاح تو ہوگیا نا۔ اب یہ تمہاری بیوی۔ تمہاری ذمے داری ہے۔ اور تم اب یہیں کہیں نوکری تلاش کرو۔ اتنے اتنے دن کے بعد آتے ہو، بوڑھے ماں باپ کا خیال کرو۔ ہمارا چل چلاؤ ہے، مر مرا گئے تو یہ بے چاری اکیلی کیا کرے گی۔"

"اکیلی کیوں۔۔۔ آپ دونوں کا کیا ایک ساتھ رخصت ہونے کا پروگرام ہے۔ ابا سے اتنا عشق کب سے ہوگیا۔ افسانوی قسم کا۔" وہ ہنسا۔

"چل ہٹ۔ بدتمیز! اللہ نہ کرے مجھے عشق ہو تمہارے بدمزاج باپ سے۔"

بھلا بیٹے کی بدتمیزی کے جواب میں ہنسنے کی کیا ضرورت تھی۔ تھپڑ رسید کرنا چاہیے تھا۔ مگر پھپھو

شاید بہت خوش تھیں۔ اس نے برتن سمیٹے۔ ماں بیٹا باتیں کرتے رہے۔ البتہ پھپھا پر خاموشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اور یہ اس وقت سے ہوا تھا جب سمیر نے اس کے بارے میں "اچھی ہے" کہا تھا اور پھپھو نے ان کو بڑے فاخرانہ انداز میں دیکھا تھا۔ کھانا بھی بغیر اعتراض کے کھالیا۔ پھر سر پر چادر لپیٹ کر لیٹ گئے۔

وہ ان کے طرز عمل پر غور کرتے ہوئے میز صاف کر رہی تھی کہ سمیر نے آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چلو' اماں نے کہا ہے تم کو میرے کمرے میں رہنا ہے۔"

ارم نے سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک [illegible] آگئی۔ اسے بہت زور کا رونا آرہا تھا۔ [illegible] پھپھو کی [illegible] اپنی بے بسی پر۔ پھر وہ پھپھو کے کمرے [illegible] جا کر اپنا بستر بنانے لگی۔ اس کا چہرہ ناراضی کا مظہر تھا۔ پھپھو اسے فکر مند نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"ادھر آؤ ارم! میرے پاس۔۔۔" انھوں نے کہا تو وہ ان کے پاس جا بیٹھی۔

"بیٹا! خفا نہ ہو۔" وہ پیار سے اس کے بال سنوارنے لگیں۔ "میں تمہیں یہاں صرف اپنے لیے تو لائی نہیں ہوں۔ بے شک تم میرے گھر کی رونق ہو۔ میرے بیٹے کی دلہن ہو۔ جن حالات میں نکاح ہوا۔ تم جانتی ہو اگر سمیر راضی نہ ہوا ہوتا تو میں تمہیں لے تو آتی۔ مگر مجھ پر بڑی بھاری ذمہ داری ہوتی۔ میں تو بھائی سے کہتی رہی۔ "میں ارم کی اچھی جگہ شادی کروں گی۔ فکر نہ کریں۔" مگر ان کے چہرے کا کرب' آنکھوں کی ویرانی مجھ سے دیکھی نہ گئی۔ فون کر کے سمیر کو بلایا' وہ بھی ماموں کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے ماموں کے آخری وقت میں ان کے سکون کا خیال کر کے نکاح پر آمادگی ظاہر کی۔ تب یہ ممکن ہوا' خواہ کتنی تلخ سہی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تم اس کی بیوی' میری بہو ہو۔ میری خواہش ہے کہ تم اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہیں۔ اور وہ تم سے راضی رہے۔ وہ ذرا لاابالی اور بے فکرا ہے۔ اگر شروع میں اختلافات ہوں تو مرد کے دل میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ وہ بددل ہو جاتا ہے۔ تمہارے پھپھا کی مثال سامنے ہے۔ چالیس سال سے میں ان کی بے زاری برداشت کر رہی ہوں۔ انہوں نے میری شروع کی چند باتوں کو گرہ میں باندھ لیا' آج تک نہیں بھولے۔ میں کچھ بھی کرلوں۔ انہیں اس میں بناوٹ ہی نظر آتی ہے۔ میں نے اس شخص کی خاطر سسرال والوں کا خیال رکھا۔ ہر خدمت کی۔ سسرال والے مجھ سے خوش۔ یہ شخص آج تک ناراض۔ میں چاہتی ہوں' تم شیرو شکر ہو کر رہو۔ اول دن سے اس پر حاوی ہو جاؤ۔ تاکہ وہ تم سے دور ہونے کا [illegible] نہیں [illegible] اگر [illegible] کروگی۔ سوچ [illegible] اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ [illegible] نے اور [illegible] ان [illegible] کر [illegible] وہ مگر [illegible] پھپھو [illegible] لیا نہیں گے۔۔۔ زبان سے نہ کہہ سکی کہ رخصتی کی بات اسی نے کی ہے۔

"بیٹا! میں تمہیں صحیح مشورہ دوں گی۔ لوگوں کی فکر نہ کرو۔ یاد رکھو۔ اس گھر کے سوا۔ سمیر کے علاوہ تمہارا کوئی اپنا گھر خواہ دنیا میں نہیں ہے۔ میری زندگی کا کیا بھروسا۔"

ارم سُن ہو کر رہ گئی۔ وہ [illegible] ان کے خیال سے اختلاف [illegible] پھپھو کے [illegible] سمیر [illegible] تو [illegible] نہیں لے گیا تھا۔ [illegible] اپنے کمرے میں لے جاؤ' یہاں کب تک رہے گی۔ اسے بھی اپنا ٹھکانا چاہیے۔"

"تو کوئی جانا بھی چاہے۔" وہ بے زاری اور کچھ خفگی سے بولا۔

"ہائیں! تو تم کیا چاہتے ہو۔ وہ ناچتی مٹکتی تمہارا ہاتھ پکڑ کر ساتھ جائے۔ آئے بیٹا۔ شرم و حیا بھی کچھ چیز ہے۔ بہت شرمیلی ہے میری بیٹی۔"

"ہاں میں چاہتا ہوں' یہ ناچتی مٹکتی میرے ساتھ چلے۔ آپ زبردستی کر رہی ہیں ان محترمہ کی تو مرضی



کچھ اور لگتی ہے۔" ارم گھبرا گئی پھپھو بھی۔

"بیٹا! شرم حیا آڑے آئی ہے۔"

"شرم حیا نہیں' محترمہ کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے ہیں۔ آپ کی نظر کمزور ہے۔"

"چل بے شرم کہیں کا' رخصتی کے وقت لڑکیاں آنسو نہیں بہاتیں۔ باپ کو یاد کر رہی تھی۔ آنسو آگئے۔ چلو۔ آگے بڑھو۔ اپنی دلہن کو لے جاؤ۔"

ناچار سمیر نے اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ بھی بے بسی سے کھڑی ہو گئی۔

[illegible] واہ [illegible] شان [illegible] رخصتی [illegible] ہے۔ [illegible] ارم [illegible] اور [illegible] واہ واہ [illegible] سبحان اللہ [illegible] کا جواب [illegible] ساتھ [illegible] رہی تھی' وہ بیٹے جا رہا تھا۔ ارم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ نکاح کے وقت آنسوؤں کی برسات غم کے بادلوں کا ہجوم تھا۔ رخصتی۔۔۔؟ رخصت یا لاچاری۔ پھپھو کا حکم' اپنی بے بسی اور پھپھو کا خیال تھا کہ وہ "دو" کے [illegible] میں گرفتار ہو کر بھیں پڑا رہے گا۔ [illegible] بھی ان کی خام خیالی تھی۔ اس نے [illegible] دن [illegible] اعلان [illegible] انہیں بوکھلا دیا۔ ادھر پھپھو [illegible] خیمہ [illegible] تھی۔ ادھر [illegible] دم [illegible] کر دیا۔ [illegible] ہوا کہ [illegible] تم سے اتنا نہ ہوا کہ اسے [illegible] کر لیتیں۔ [illegible] محبت کر آتے ہیں۔"

"بھلا میں۔۔۔ کیسے۔۔۔؟" وہ گھبرا گئی۔

"تم نہیں تو اور کون روکتا' کس لیے اتنا سمجھایا تھا۔ لو بھلا۔"

وہ ماں کے روکنے پر بھی نہیں رکا۔ پتا نہیں ان میں اتنی دوری کیوں تھی۔ "میرے ابا تو میری ہر بات مانتے تھے اور میں ان کے اشارے کو حکم سمجھ کر عمل کرتی تھی۔" سمیر نے اسے بتایا تھا کہ نوکری ابھی کچی ہے اس لیے چھٹی ملنے میں دقت ہوتی ہے۔ اسے نوکری کے کچے پکے ہونے کا کچھ علم نہ تھا مگر اس کا وعدہ تھا کہ وہ نوکری پکی ہوتے ہی اسے ساتھ لے جائے گا اور وہ اسی میں خوش ہو گئی۔

"ارے میں تو ولیمہ کا پروگرام بنا رہی تھی۔ کچھ دن ٹھہر جاؤ۔ ولیمہ کر کے چلے جانا۔ بیٹھ کر فہرست وغیرہ بناتے ہیں۔"

"ہائے۔ اچھا کہا آپ نے ولیمہ۔" اس نے "ولی" کو لمبا کر کے تمسخر اڑایا۔ "ہاتھ نہ کوڑی۔ چلی ہیں ولیمہ کرنے۔ سن لیں میری جیب خالی ہے۔ کچھ نہیں ہے میرے پاس۔"

"ارے [illegible] کر رہا ہے تمہاری جیب خالی۔ اتنا تو ہے میرے پاس۔"

"اچھا۔ میری کمائی سے بچا بچا کر رکھا ہو گا۔"

"کہیں [illegible] بچایا' تم سے مطلب۔ سن بیٹا!" اب پھپھو کا لہجہ ملتجیانہ ہو گیا۔

"نکاح ایسے ہوا کہ بھائی کی جان کے لالے پڑے تھے۔ کوئی خوشی کا وقت نہ تھا۔ رخصتی ایسی ہوئی کہ میں بھائی کو' ارم باپ کو روتی ہوئی آئی۔ اب ولیمہ کا تو فنکشن ہونا چاہیے۔ تمہارے ددھیال والے منتظر ہیں۔ کچھ دن رک جا میرے چاند پھر پروگرام بناتے ہیں۔"

"پروگرام۔ اچھا بنالیں پروگرام۔۔۔ بے کوڑی تماشا کرنا چاہتی ہیں۔ تو کرلیں۔ آجاؤں گا میں۔ ابھی جانے دیں۔ کہیں ولیمہ میری نوکری نہ چھین لے پھر آپ پچھتائیں گی اور آپ کی بہو سر پکڑ کر روئیں گی۔"

"اے بٹی! کچھ تم بھی بولو۔" پھپھو ارم کو اکسانے لگیں۔ "چپ کھڑی ہو۔"

"مہربانی کر کے اسے تو چپ ہی رہنے دیں۔ بولنا نہ ہی سکھائیں۔"

وہ خاصی بدتمیزی سے بولا۔ وہ چلا گیا اور پھپھو ارم پر خفا ہوتی رہیں۔ سمیر کے جاتے ہی پھپھا کی خاموشی ٹوٹی۔ وہ ارم پر غصہ ہوتے پھپھو سے لڑنے لگے۔

"لا کر بٹھا دی اپنی بھتیجی میری سر پر' میرے گھر کی

مالک بنانے کے لیے۔" ان کے خیال میں ان کا یہ گھر کسی محل سے کم نہ تھا۔

پھپھو نے مارے مفاہمت کے ان سے ولیمہ کے بارے میں بھی مشورہ لیا۔ وہ آگ بگولہ ہوگئے۔ "کیسا ولیمہ؟"

"تمہارے بیٹے میری بھتیجی کا ولیمہ اور کس کا؟"

"ارے کہیں بن بیاہی لڑکیوں کے بھی ولیمہ ہوتے ہیں۔" وہ چنگھاڑے۔

"اے ہے۔ توبہ' اللہ نہ کرے بن بیاہی کیوں ہوتی۔ نکاح ہوا ہے تمہارے بیٹے سے اس کا۔ اس نے زبان سے قبول ہے' قبول ہے کہا۔ کاغذی دستاویز موجود ہے۔ دکھاؤں [illegible] وہ بھی برف کے طوفان [illegible] زبان۔

"دستاویز۔" وہ غرائے۔ "چار پیسے دے کر قاضی سے دستاویز بنوائی جاسکتی ہے۔"

"توبہ کرو توبہ۔ قاضیوں پر بہتان نہ دھرو۔"

"ارے تو جب میں زندہ موجود تھا تو کیا [illegible] ہوا۔ کہیں باپ کے بغیر بیٹے کا نکاح ہوتا ہے اور مجھے تو خبر بھی نہیں دی کسی نے پھر کیسے سمجھ لوں' جعلی نکاح۔"

"توبہ۔ اس شخص کی زبان [illegible] نکاح ہوا وہ موجود تھا۔ بس اور اس نے فون کرکے اپنے دوست سے کہا تھا کہ گھر جاکر ابا کو بتادو۔"

"تو کہاں گیا وہ دوست؟"

"کہاں جاتا۔ یہاں آیا' دروازہ بجاتا رہا' بیل دیتا رہا۔ تم نے دروازہ کھولا نہیں۔ اندر سے ہنکارتے رہے کہ نہیں کھلے گا دروازہ۔ چلے جاؤ۔"

"ہاں تو کیوں کھولتا دروازہ۔" وہ چیخے۔ "ہر ایرے غیرے کو اندر بلالیتا کہ آکر گھر لوٹ لو۔ تم تو یہی چاہتی ہو کہ کوئی آکر میری گردن دبادے اور تم میری پراپرٹی کی مالک بن جاؤ۔"

"اچھا جیسا تم سمجھو۔ میرا بیٹا تمہاری پراپرٹی کا مالک ہے۔ کبھی عقل کی بات بھی کرلیا کرو۔"

"بس ایک تم عقل مند' ایک تمہاری بھتیجی۔ باقی سب احمق ہیں۔ میں احمق نہ ہوتا تو دونوں کو گھر سے نکال باہر کرتا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ محتاج ہو ہمارے۔ کھانے کو ملتا ہے' پہننے کو مل جاتا ہے' ہر کام ہو رہا ہے۔ ہمیں نکال کر فاقوں مرجاتے۔"

ان کی جنگ گھنٹوں چلتی رہی۔ وہ اپنے کمرے میں کان بند کیے پڑی رہی۔ اب پھپھا نے اسے دیکھتے ہی گالم گلوچ کا سلسلہ شروع کردیا۔ اس کے باپ کو بھی گالیاں دیتے۔

ار[illegible] پھپھو [illegible] اب ان کے سامنے [illegible]

پھپھو ان کا کھانا لے گئیں اور بتادیا کہ ارم تمہاری [illegible] نہیں [illegible] گی۔ وہ چپ رہے۔ اگلے دن وہ اپنا اور پھپھو کا ناشتہ بنا کر کمرے میں لائی تو پھپھو نے چپکے سے [illegible]

"[illegible] لادو۔ رات سے بالکل چپ ہیں۔ [illegible] عقل [illegible] گیا ہے۔ اگر بولے تو میں خبر لوں گی۔"

[illegible] جاتے ہوئے وہ چٹخنی [illegible] گئی۔ ان کا ناشتہ ٹرے [illegible] ان کے سامنے میز پر ٹرے رکھ رہی تھی کہ انہوں نے اس کی کلائی دبوچ لی اور جھٹکے پر جھٹکے دینے لگے۔ اس کی چیخ نکل گئی۔ نہ جانے کتنی طاقت تھی کہ کسی طرح وہ اپنا ہاتھ ان سے نہ چھڑا سکی۔ وہ دانت پیس پیس کر چلا رہے تھے۔

"اب کرے گی شکایت۔ جان نکال لوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

پھپھو کے آنے تک ان کے جھٹکے اور اس کی چیخیں۔ اس کا بازو جڑ سے اکھڑنے لگا۔ پھپھو نے بزور اسے ان سے چھڑایا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے گری۔ سرہانے سے ٹکرایا۔ وہ سر ہاتھوں میں دبا کر وہیں کی وہیں پڑی رہی۔

اس کی چیخوں نے پڑوسن کو متوجہ کیا۔ وہ صحن میں تھیں جب تابڑ توڑ چیخوں نے انہیں دہلا دیا۔ وہ فوراً آئیں۔ جب انہوں نے اندر قدم رکھا، پھپھو ارم کو پھپھا سے چھڑانے کی تگ و دو میں تھیں۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دھڑام سے گری اور سر تھام کر بیٹھی رہ گئی۔ انہوں نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، سہارا دے کر کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ ان کے سامنے بہت ندامت محسوس کر رہی تھی مگر سر میں ٹیسیں اور کلائی میں ایسا درد تھا کہ فوراً بھاگ نہ سکی مگر لڑکھڑاتے قدموں سے باہر جانے لگی۔ پڑوسن نے پھپھا کی خوب خبر لی۔

"بڑے میاں! ہوش میں نہیں ہیں آپ۔ اس معصوم بچی کا کیا قصور ہے؟ اس پر اتنا ظلم۔ خوف خدا ہے ہی نہیں۔"

"ارے یہ معصوم نہیں، پھپھی بھتیجی میری دشمن ہیں۔" ہانپتے ہوئے پھپھا نے کہا۔ "یہ لڑکی زہر دے کر مارنا چاہتی ہے مجھے تاکہ میرے گھر اور مال و دولت کو سمیٹ کر چلتی بنے۔"

"اچھا؟" پڑوسن آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ "کدھر ہے مال دولت؟ مجھے اس کھنڈر کے سوا کچھ نظر کیوں نہیں آتا اور یہ کھنڈر سر پر رکھ کر لے جانے کی چیز نہیں۔ ہوش کریں، جتنی خدمت وہ کرتی ہے، اتنی تو زر خرید لونڈی نہیں کرتی ہوگی۔ کھانا دو وقت وہ پکا کر آپ کے سامنے رکھے۔ چائے تین وقت آپ کے سامنے سجائے۔ کپڑے آپ کے دھوئے۔ دشمن تو آپ ہوئے اس کے۔"

"تم کو نہیں معلوم بہت تیز ہے، اس لیے خدمت کرتی ہے کہ کسی کو اس پر شک نہ ہو۔"

"بس رہنے دیں، سات برس سے آپ کے پڑوس میں ہوں۔ آپ نے ہمیشہ بیوی پر الزام دھرے کہ وہ آپ کو مارنا چاہتی ہیں۔ اب بہو کو نشانہ بنا لیا۔ جو مارنا چاہتے ہیں، وہ انتظار نہیں کرتے۔ آپ زندہ سلامت ہیں، ان دونوں کی زندگی آپ نے عذاب بنا رکھی ہے۔"

پڑوسن بھی تیز تھیں، دوبدو لڑ رہی تھیں۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ آگ بگولا ہوگئے۔

"مار دیں بچی۔ اور چڑھ جائیں پھانسی۔ واہ۔ بڑھاپے میں رسی پہ لٹکنے کا شوق کتنا ہے آپ کو۔ ہلنا جلنا مشکل ہے۔ قتل کرنے کا ارمان۔ ارے سوچے نہیں۔ بیٹا آپ کے ان ہی مزاجوں سے گھر آنا نہیں چاہتا۔ اسے کیا یہاں نوکری نہیں مل سکتی مگر آپ سے بچ کر بھاگتا ہے۔ گھر ہوتے ہوئے پردیس میں پڑا ہے۔ اب اسے معاف کر دیں۔ بیوی کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گزارنے دیں۔ اسے سکون [illegible] آپ کو آرام [illegible] دوسروں کا بھی احساس [illegible] اپنی [illegible] پسند [illegible] نہیں [illegible] جینے دیں سب کو۔"

پڑوسن تو جیسے اگلا پچھلا حساب بے باق کرنے پر تلی ہوئی تھیں اور پھپھا کا بس نہیں چل رہا تھا انہیں کچا چبا جائیں۔ ارم کے دل کو ان کی یہ بات لگی کہ سمیر ان ہی کی وجہ سے دور رہتا ہے۔

"آپا! اب" پڑوسن پھپھو کی طرف مڑیں۔ "آپ نے ہی ان کو سر پر چڑھایا ہوا ہے، ان ہی کی وجہ سے بیٹے کی جدائی سہ رہی ہیں اور ان کے [illegible] ہوگئی وفاشعاری کی۔"

اب پھپھو پڑوسن [illegible] دے رہی تھیں۔ صفائیاں، وضاحتیں، انہوں نے سب کو ناشتہ کرایا۔ بڑے میاں نے لاکھ نخروں کے بعد ناشتہ کیا، بھوک کے کچے تھے، چائے کے رسیا۔ پڑوسن کے جانے کے بعد پھپھو اس کے پاس آگئیں۔ کبھی سر دبائیں، کبھی بازو سہلائیں، پھپھا کے کئی واقعات سنائے، ان کی سختیاں، بدگمانیاں، شکوک اور وہ برداشت کرتی رہیں۔ اماں ابا کو بھی کچھ نہ بتایا کہ وہ اپنے "انتخاب" پر شرمندہ نہ ہوں۔ ارم نے کہہ دیا کہ اب نہ تو وہ پھپھا کے سامنے جائے گی نہ ان کی بدمزاجی برداشت کرے گی۔ نہ اپنی شکل دکھائے گی نہ ان کی



دیکھے گی۔

دوپہر کو سمیر کی پھپھو جان آگئیں، ان کی بہو اپنے میاں کے پاس شارجہ جانے والی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ان کا گھر سے نکلنا مشکل ہو جاتا۔ دو دن کے لیے آئی تھیں۔ پھپھو نے ــــ خوب دکھڑے روئے۔

شام کو سمیر آگیا بغیر اطلاع کے۔

اس کی آواز سن کر ارم کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بے خیالی میں کمرہ درست کرنے لگی جو کہ پہلے ہی صاف [illegible] تھا۔ پھر پھپھا کے زور زور سے رونے کی آواز آئی [illegible] کا بیٹے [illegible] ملاقات [illegible] انداز تھا۔ [illegible] رہی۔ کافی دیر کے بعد [illegible] آیا۔ وہ [illegible] ہو گئی [illegible] سلام کیا [illegible]

"[illegible] سے آیا ہوا ہوں۔ کیا تم چائے نہیں بنا سکتی تھیں۔ یا اب بھی یہ اماں کی ذمے داری ہے۔ میری پھپھو کے سامنے کچھ خیال کرنا چاہیے تھا اور یہ کون سے ڈرامے چل رہے ہیں گھر میں؟ ابا کے مزاج کا تم کو پتا تو تھا۔ پھر ان سے بدتمیزی کیوں کی؟ تمہیں کسی نے بڑوں سے مخاطب ہونے کی تمیز نہیں سکھائی [illegible] شکایت [illegible] اچھا [illegible] ہوگی۔ رعایت کا قائل [illegible]"

[illegible] ابا کو [illegible] آخری جملے پر اس کی [illegible] گئیں۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتار رہا [illegible] جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"پھر ڈرامہ، مظلومیت کے دکھاوے۔"

دروازہ بجا کر سمیر کی پھپھو جان اندر آئیں۔ ارم کو گلے لگا کر بولیں۔ "تم نے آتے ہی اسے رلا دیا۔ شرم کرو۔"

"پھپھو جان! یہ ڈرامے کر رہی ہے۔ مظلومیت کا پرچار۔ ملکۂ جذبات بننے کی نمائش۔ آنسوؤں سے متاثر کرنے اور بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش۔"

"سمیر!" پھپھو جان خفگی سے بولیں۔ "شرم کرو، مہینوں بعد اس لیے آتے ہو کہ بیوی کو رلاؤ، دیکھو میں اسی لیے جلدی سے آگئی کہ تم اپنے ابا کے کہنے پر کہیں اس بے چاری سے جواب طلبی نہ کرو اور بے گناہی ثابت کرنے کی اسے ضرورت نہیں۔ تمہارے باپ نے تمہاری ماں کی زندگی عذاب بنائے رکھی اب یہ معصوم ان کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے۔ تم اپنے باپ کے ڈراموں سے واقف نہیں ہو کیا؟ یہ تمہاری بیوی ہے۔ ماموں کی بیٹی ہے۔ اس کا کیا قصور ہے کہ وہ سسر کی گالیاں سنے اور اب تو مار پیٹ کی نوبت آگئی ہے۔ بیوی کی عزت کرنا بھی تم پر فرض ہے اور عزت کی حفاظت بھی تمہاری ذمے داری ہے۔ ڈرو خدا سے، معصوم کی آہ نہ لو۔ بھائی وہ میرے ہیں مگر افسوس اچھے انسان نہیں، اچھے شوہر نہیں، چلو معافی مانگو بیوی سے۔" پھپھو جان نے خوب خبر لی۔

سمیر کچھ شرمندہ، کچھ حیران کھڑا تھا۔ جھینپ کر بولا "مانگ لوں گا پھپھو جان!"

"نہیں، میرے سامنے مانگو گواہی بھی ضروری ہے۔"

"شرمندہ نہ کریں پھپھو جان! میں، میں بس ابا کی باتوں میں آگیا۔"

ارم، پھپھو جان سے ہاتھ چھڑا کر باہر آگئی۔ کھانے کا انتظام کرنا تھا۔ دل بہت مطمئن تھا۔ پھپھو جان نہ ہوتیں تو۔

رات کو وہ صفائیاں دیتا رہا تھکا ہوا آیا تھا۔ ابا نے رو رو کر اس طرح شکایت کی کہ وہ متاثر ہو گیا، یہ وہ چپ رہی۔ پھر اس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا۔

اس کے باس کے ہاتھ میں اس کی ترقی کا اختیار ہے۔ اگر وہ ان کی بہن سے شادی کر لے تو نہ صرف ترقی ہو گی۔ نوکری پکی ہو جائے گی۔ بلکہ بہن کو ترکے میں ملنے والی جائداد میں سے اسے بھی حصہ ملے گا۔ اگر اس وقت اماں کے بلاوے پر ماموں کو دیکھنے نہ جاتا تو شادی کر کے عیش کر رہا ہوتا۔ سوچا تھا ماموں کو خوش کرنا ضروری ہے۔ ان کا آخری وقت ہے۔ بعد میں تمہارا کچھ انتظام کر دوں گا۔ پچھلی بار اسی ارادے سے

آیا تھا۔ مگر۔۔۔ تمہاری صورت دیکھ کر دل تم پر آ گیا۔ باس ابھی تک منتظر ہیں۔ میری شادی کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ وہ بار بار جواب مانگتے ہیں۔ میں اماں ابا کو راضی کرنے کا بہانہ کرتا رہا ہوں۔ اسی لیے چھٹی مل بھی جاتی ہے۔ انکار کر دیا۔ تو نوکری ختم۔"

ارم سکتے کے عالم میں سنتی رہی۔ بولتی بھی کیا۔ زبان تالو سے چمٹ گئی تھی۔ کسی نے منوں مٹی تلے دفن کر دیا تھا۔ صبح تک وہ کچھ بول نہ سکی۔ اس کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دیا تو وہ جھلا گیا۔

"کیا ہو گیا ہے۔ زبان کاٹ لی کسی [illegible] ہے۔"

اسے اپنے الفاظ اور ارادوں کا احساس ہی [illegible] تھا۔ شاید اپنے باپ کی خصوصیات اس میں بھی تھیں۔ بدزبانی۔ پھپھو کی طرح زندگی گزرے گی کڑھ کڑھ کر جل جل کر۔

فجر کے وقت دروازہ دھڑ دھڑایا جا رہا تھا۔ سمیر کچھ دیر پہلے ہی سویا تھا۔ ارم تو سوئی ہی نہ تھی۔ مستقبل منہ پھاڑے تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ سمیر نے ہی دروازہ کھولا۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔ ارم کو نیند آ گئی۔ روشنی ہو رہی تھی تو وہ آیا۔ ارم نے دیکھا وہ تھکا ہوا سا تھا۔

"کیا بات ہے؟" بمشکل اس کی آواز نکلی۔

"بات کیا ہوتی مر گئے ہیں میرا سارا پروگرام تہس نہس ہو گیا۔" وہ جھنجلایا ہوا بولا۔ "آج مجھے لازمی واپس جانا تھا۔"

"ک۔۔۔ ک۔۔۔ کون مر گئے؟"

"وہی تمہارے دشمن میرے ابا صاحب۔"

وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا کہہ رہے ہیں؟"

"صحیح کہہ رہا ہوں۔ صبح اماں اور پھپھو جان نماز کے لیے اٹھیں تو بستر پر لیٹے اچھل رہے تھے۔ پھپھو مجھے بلانے آئیں۔ میں نے دیکھا حرکت نہ تھی پچھلی طرف جو کلینک ہے اس میں ڈاکٹر رات بھر ہوتا ہے۔ اسے بلا کر لایا تو اس نے معائنہ کیا اور موت کی تصدیق کر دی۔"

بیٹا باپ کی موت کے بارے میں مطمئن انداز میں سنا رہا تھا۔ اب ارم کو ہلکی ہلکی رونے کی آواز بھی آئی۔ وہ باہر نکلی۔ پھپھو اپنے کمرے میں پلنگ پر بیٹھی رو رہی تھیں۔ دوسرے پلنگ پر اوپر سے نیچے تک چادر تھی۔ اندر کیا تھا۔ پتہ نہیں وہ پھپھو کے پہلو سے چپک گئی۔

"پھپھو! میں نے کہا تھا کہ اپنی شکل چچا کو نہیں دکھاؤں گی۔ نہ ان کے سامنے جاؤں گی۔ مگر چچا تو خود ہی چلے گئے۔" وہ رونے لگی۔

پھپھو جان کچن میں [illegible] کر رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ [illegible] سمیر کو بھی [illegible] لیا۔ [illegible] ابھی [illegible] لیں۔ کسی پڑوسی کو [illegible] تنگ کیا جائے۔ بڑا پتیلا صاف کر کے اس میں پانی بھر کر چولہے پر رکھ دیا ہے۔ بس ماچس جلا کر چولہا جلانا ہو گا۔ بیری کے پتے کافور عرق گلاب وغیرہ لاتا ہے۔ ایک چٹائی دکان دار خود سب چیزیں دے دے گا۔ بھابھی یہ توس کھا لیں۔ دوپہر تک خالی پیٹ رہنا پڑے گا۔ سمیر تم بھی کھاؤ۔ [illegible] کام کرنا ہے۔"

ارم کے جسم میں [illegible] تھی۔ [illegible] سکون سے باتیں ہو رہی [illegible] تھی۔ اس [illegible] ہی نہیں۔ رشتے دار پڑوسی کھانا ناشتہ لاتے رہے تھے اور پھپھو کی آنکھیں تین دن آنسوؤں سے تر رہیں۔ اب بھی بھائی کی یاد آبدیدہ ہو جاتی ہیں۔ اب بھی صرف وہی رو رہی تھیں۔

"رونے کی کیا ضرورت ہے بھابھی رونے سے کوئی واپس نہیں آئے گا۔"

پھپھو جان سمجھانے لگیں۔

"شکر کرو اس موقع پر سمیر آیا ہوا ہے۔ اب نہ روؤ۔ مردے کی روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ صبر کرو ان کی بخشش کے لیے کچھ پڑھتے ہیں۔"



کچھ دیر بعد محلے والے آنے لگے۔ سمیر بھی مصروف ہو گیا۔ رشتے دار بھی جمع ہو رہے تھے۔ سب کچھ خاموشی سے ہو رہا تھا۔ کفن پہنا کر میت صحن میں رکھ دی گئی۔ سب نے جا کر شکل دیکھی۔ ارم اپنی جگہ گم صم بیٹھی رہی۔

پھر ظہر کے وقت جنازہ اٹھا دوپہر کو پڑوس والی خالہ ذکیہ کے گھر سے کھانا آ گیا۔ دوسرے پڑوس سے چائے آئی۔ کھا پی کر رشتے دار سب رخصت ہوئے۔ پھپھو جان شرماحضوری میں رک گئیں۔ حالانکہ ان کی بہو تو [illegible] ساتھ لے جانے پر مصر تھی۔ رات کا کھانا سمیر [illegible] کے گھر [illegible] تھا۔

[illegible] پڑوس کے [illegible] خالہ [illegible] کے گھر والے [illegible] پھپھو جان نے محلے والوں کو کھانا [illegible] بھیجے [illegible] دن سے سب معمول [illegible] مصروف ہو گئے۔ چچا کا بستر پلنگ کسی ضرورت مند کو دے دیا گیا۔ ان کے استعمال کی ساری چیزیں غریبوں میں بانٹ دی گئیں۔ اب گھر میں ان کی کوئی نشانی نہ رہی۔ شام [illegible] طرح سے فارغ ہو کر پھپھو اور پھپھو جان باتوں میں لگ گئیں۔ انسان کتنا حقیر اور بے وقعت ہوتا ہے ابھی [illegible] ہے اور نہیں ہے تو کچھ بھی [illegible] سفر باندھا۔ پھپھو جان [illegible] سمیر کی طرف سے کوئی [illegible] تک نہیں [illegible] رہی۔

کیا ہے [illegible] جینے کا فائدہ کیا ہے؟ ماں باپ نہیں رہے۔ شوہر قسطوں میں ملتا اور اب شاید نہ ہی ملے۔ باس کی بہن منتظر ہو گی۔ وہ اور پھپھو دو نفوس رہ گئے۔ اپنے اپنے شوہر کی جدائی میں اداس سمیر نے سوچا ہی نہیں یہ دو عورتیں اور اتنا بڑا گھر۔

☆ ☆ ☆

وقت گزرتا رہا اور وقت کا کام گزرنا ہی ہوتا ہے سمیر شاید بھول ہی گیا تھا کہ بوڑھی ماں اور جوان بیوی کس طرح وقت گزار رہی ہیں۔ انہیں اس کی ایک جوان سہارے کی کتنی ضرورت ہے۔ فرائض سے غافل کیا کوئی بیٹا اتنا بے فکر لاپروا ہو سکتا ہے؟ کوئی شوہر ایسا لاتعلق ہوتا ہے پھپھو بھی اب ارم کو سوچا کر پچھتا رہی تھیں۔

"کاش میں تمہیں کنواری ہی لے آتی کوئی نہ کوئی رشتہ مل ہی جاتا۔"

بیٹے کی بے گانگی۔ جوان بہو کے ارمانوں کی پامالی۔ اپنی بے چارگی سوچ سوچ کر بیمار ہو گئیں۔

"تمہیں اپنی غرض کے لیے بیاہ کر لائی تھی۔ اپنی خدمت کے لیے گھر کی رونق کے لیے سمیر پر قابو پانے کے لیے مگر وہ بے وفا ماں کا ہوا نہ بیوی کا تمہارا غم اپنی غلطی پر پچھتاوا بھائی کی روح سے شرمندگی۔"

وہ کہتی۔ پھپھو کو تسلی دیتی رہتی۔ ذکیہ خالہ روز آ جاتیں۔ انہیں بہت افسوس تھا کہ مرحوم کو چند دن پہلے اتنی باتیں سنا ڈالیں۔

پھپھو کہتیں افسوس نہ کرو۔ تم نہ آتیں تو میں کم نہ سناتی۔ بچی کو بے قصور جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔"

"آپا! اللہ بخشے بہت غصہ ور تھے مرحوم۔ آپ نے بڑے حوصلے سے نبھایا۔ ان کے اپنے رشتے دار ہی ان سے بے زار تھے۔ مرنے کے بعد بھی سب اوپری دل سے شریک تھے اور بھاگنے میں کتنی جلدی کی توبہ کوئی رات کو رکنے پر بھی تیار نہ ہوا۔ یہ نہ سوچا غم کی رات ساس بہو کس طرح گزاریں گی۔ وہ تو آپا زبیدہ آئی ہوئی تھیں۔ رشتے کا پاس تھا۔ اس لیے رک گئیں۔ بہو تو ساتھ لے جانا چاہ رہی تھی۔ سب یوں ڈرے ہوئے تھے جیسے مرحوم کی روح ان سے چمٹ جائے گی۔"

"ہاں بہن! یہ دنیا ہے۔ جو نہ ہو کم ہے۔ ہر کسی پر یہ وقت آنا ہے۔ مگر سب غافل ہیں۔ اچھا خوش رہیں کسی اور کو کیا کہوں بیٹا ہی اپنا نہ ہوا۔ ماں کو بھی مرا ہوا سمجھ کر۔" آنسو بہنے لگے۔

ذکیہ خالہ نے عقل مندی کی۔ ارم کے کمرے میں پھپھو رہنے لگی تھیں۔ ایک کمرہ خالی چھوڑ کر دو کمرے کرائے پر اٹھا دیے۔ ان کی رشتے دار ملازم پیشہ خواتین رہنے آ گئیں۔ جوان اور خوش مزاج تھیں۔

خاصی صبح جاکر شام کو آتیں۔ گھر میں رونق اور چہل پہل ہوگئی۔

* * *

سمیر تو جیسے کسی اور ملک میں جا بسا تھا۔ ارم کا دل کسی انہونی خبر سننے کو بے تاب رہتا۔ انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ پھپھو کی طبیعت خراب ہوتی تو جی جان سے خدمت کرتی۔ انہیں کچھ ہو نہ جائے۔ پھر میرا کیا ہوگا اکیلی؟ دھڑکے، خدشے، ہول، خوف۔ مگر ایک دن وہ آہی گیا۔ پھپھو اسے دیکھ کر جی گئیں۔ طبیعت بحال۔۔۔ خوشی سے چہکنے لگیں۔ لیکن افسوس۔۔۔ ان کی خوشی اس وقت [illegible] نے کہا۔

"اماں! میرا باہر جانے کا پروگرام [illegible] بن رہا [illegible]۔ بڑی کمائی ہے وہاں۔۔۔ یہاں کیا رکھا ہے۔ سارا مہینہ خون پسینہ ایک کرو۔ تب محدود رقم ملتی ہے۔ اور وہ بھی گزارے لائق نہیں ہوتی۔ وہاں محنت کا ٹھیک ٹھاک صلہ ملتا ہے۔"

"تو بیٹا! ایسا کرو، بوڑھی ماں کو قبر میں اتار دو۔ اس کے بعد جوان بیوی کو بھی۔ پھر تم آزاد ہوگے۔ بے فکر۔"

"اماں! آپ نہیں جانتیں۔ کتنی ترقی ہے وہاں۔ کیا آپ نہیں چاہتیں آپ کا بیٹا خوش حال زندگی گزارے۔ دولت حاصل کرے۔ اور آپ کو بھی سکھ ملے۔ آپ کو بھلا یہاں کیا تکلیف ہے۔ آپ نے بھی آدھا گھر کرائے پر اٹھایا ہوا ہے۔ پیسے کے لیے نا۔ کیونکہ گزارا نہیں ہوتا۔ میں بھی مستقبل بہتر بنانے کا سوچ رہا ہوں۔ فکر نہ کریں۔ خرچا بھیجوں گا۔ آپ کی بہو جو آپ کے ساتھ ہے۔ بہت ہمت والی ہے۔"

"خرچہ بھیجو گے؟ ان چھ مہینے میں کتنا خرچ بھیجا تم نے؟ اسی ملک میں ہوکر ہمیں فاقوں پر پہنچا دیا۔ کس لیے گھر کرائے پر دیا؟ کہ میں فاقے سے مرنا نہیں چاہتی تھی۔ بے علاج بھی مرنے کا شوق نہ تھا۔"

پھپھو غصے میں چیخنے لگیں۔ ارم نے انہیں پانی پلایا۔

"اور ہمت والی کا کیا پوچھتے ہو۔ ایک ایک دن تمہارے انتظار نے ہمت بحال رکھی۔ آنکھوں میں جاگ جاگ کر حلقے پڑ گئے۔ باہر کا ملک تمہارے لیے دولت کے انبار لگا دے گا۔ ہمیں تو فاقوں سے نہیں بچائے گا۔"

پھپھو زار و قطار رو رہی تھیں۔ سمیر بھی کچھ رنجیدہ سا تھا۔ کچھ دیر بعد پھپھو نے خود کو سنبھال کر نرم لہجے میں سمجھایا۔

"میں چاہتی ہوں، تم اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤ۔ میرا تو چل چلاؤ ہے۔ میں اپنے بھائی کی روح [illegible] میں ہو[illegible] چاہتی۔ میں [illegible] کا کیا ہوگا [illegible] زمانہ خراب ہے [illegible] کسی کا بھروسا [illegible] تمہاری تم [illegible] التجا ہے [illegible] سہارے [illegible]"

ارم [illegible] بے حال تھی۔ اس کی وجہ سے پھپھو اس بے وفا سے منت کر رہی تھیں۔ کاش وہ خود مر جاتی۔ مگر موت کسی کے اختیار میں نہیں۔ وہ زندہ تھی۔ اور سمیر چلا گیا تھا۔

"اماں کو تم سمجھا دو۔ میں ایک سال بعد آکر تم اور اماں دونوں کو لے جاؤں گا۔ ابھی میرے جانے میں دیر ہے۔ جانے سے پہلے آؤں گا اچھا۔۔۔"

وہ بے بسی سے کھڑی ہاتھ [illegible] کیا کرتی۔ زندگی کا سفینہ ہچکولے [illegible] تھا۔ [illegible] بھی [illegible] اختیار میں سب کچھ ہے۔ اس نے اپنی قسمت کی باگ ڈور اس بڑی قوت کے ہاتھ سونپ دی۔ مگر پھپھو پر مایوسی طاری ہوگئی۔ وہ بستر پر پڑ گئیں۔ ارم کی جان کو جیسے لگ گئے۔ رات رات بھر جاگ کر ان کی خبر گیری کرتی۔ غذا اور دوا میں احتیاط اور پابندی کرتی۔ ذکیہ خالہ روز آکر اس کی مدد بھی کرتیں، حوصلہ بڑھاتیں۔ سمیر کو برا بھلا کہتیں۔

"ارے یہ باپ بیٹا ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ انہوں نے تیا کو جلا جلا کر مٹا دیا۔ اب بیٹا ماں اور بیوی دونوں کی جان کا دشمن بنا ہے۔ ارے بیٹا! میں تم



کو درست مشورہ دوں گی۔ اس سے خلع لے لو۔ تم کو ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ مل جائے گا۔ سکھ کے دن گزارنا۔ یہ شخص کسی دوسری دنیا کا باسی ہے۔ تم کو بسانے والا نہیں۔ کوئی نئی دلہن کو چھوڑ چھوڑ کر بھی جاتا ہے؟ یقیناً اس نے وہاں بھی گھر بسایا ہوا ہے۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار آتا ہے۔ ادھر آیا۔ ادھر گیا۔ اس سے وفا کی امید نہیں۔"

ان کی باتیں تلخ تھیں۔ مگر حقیقت کے قریب۔ سب کو اس سے ہمدردی تھی۔ کرائے دار خواتین بھی [illegible] کی حمایت کرتیں۔ ارم کا دل جیسے کوئی مٹھی میں دبا [illegible] رہتا۔

پھر وہی ہوا [illegible] جس [illegible] کے بعد وقت اضطراب [illegible] انتظار رکھتا [illegible]۔ پھپھو [illegible] چاپ [illegible] ارم کی [illegible] ہوں [illegible] کے بار [illegible] سمیر [illegible] جان۔ کس نے سمیر کو خبر دی۔ کس نے پھپھو جان کو نہلایا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی۔ وہ ناتوانی کی کیفیت میں زمین پر سکڑی پڑی تھی۔ گھر کے کسی بھی معاملے سے بے خبر۔ وہی سمیر تھا۔ جو باپ کے مرنے پر پرسکون تھا۔ [illegible] ماں کے پلنگ [illegible] سر رکھے زار و قطار رو رہا تھا۔ شاید غم تھا یا دکھاوا [illegible] یا پچھتاوا۔ پھپھو جان بھی غم سے نڈھال [illegible] سب ہی جمع تھے۔

[illegible] سب کے سامنے ذکیہ خالہ نے سمیر کی خوب [illegible]

[illegible] ہے۔ سمیر اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ [illegible] اس [illegible] احسان ہوگا۔ تمہاری زندگی کا تو بس ایک مقصد [illegible] ہے۔ اپنے پیاروں کو ستا ستا کر دکھ دے دے کر قبر میں پہنچا۔ اب ارم کے مرنے میں تو دیر ہے، تمہیں بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ اس لیے تمہاری سہولت کے لیے کہہ رہی ہوں۔ اسے بھی ماں کے ساتھ دفن کر دو۔ یہ وہاں بھی ان کی اشک شوئی کرتی رہے گی۔"

ذکیہ خالہ کی باتوں نے سب پر رقت طاری کر دی۔ آخر کار پھپھو بھی رخصت ہوگئیں۔ وہی سمیر جو ہوا کے گھوڑے پر سوار صرف دو دن کے لیے آتا تھا۔ اب یہاں اس نے مہینہ گزار دیا۔ وہ گھر فروخت کر رہا تھا۔ مالک تھا۔ ارم پر سکتہ طاری ہوگیا۔ یہ آخری ٹھکانا۔ اب وہ کہاں جائے گی؟ اب اسے اپنی زندگی کا فلسفہ سمجھ میں آرہا تھا۔ کچھ لوگوں کا وجود اللہ تعالیٰ عبرت کے لیے پیدا کرتا ہے۔ ارم بھی ایسا ہی وجود، ایسی ہی ہستی تھی۔ وہ بالکل چپ ہوگئی تھی۔ لاپروا۔

مکان بک گیا۔ سامان بھی فروخت ہوگیا۔ رقم وصول کر کے سمیر، ارم کو پھپھو جان کے پاس لے آیا۔ پھپھو جان کو ان کے شرعی حق کی رقم ادا کی۔

پھپھو جان سے ارم کو کچھ عرصے کے لیے اپنے پاس رکھنے کی عاجزانہ درخواست کی۔ اسے انگلینڈ جانا تھا۔ ابھی وہ ساتھ نہیں جا سکتی۔ خرچ بھیجتا رہے گا۔ فی الحال وہ ایک سال کے اخراجات کی رقم دے کر جائے گا۔ [illegible] سے وعدے، دعوے اور تسلیاں دے کر اس نے پھپھو جان کو راضی کر لیا۔ ارم کو بھی معقول رقم اس کے ذاتی اخراجات کی دے دی۔

پھپھو جان تو پہلے ہی ارم کی معترف تھیں۔ انہیں اس کے وجود سے اپنی تنہائی کا خاتمہ ہوتا نظر آیا۔ بخوشی رکھنے پر تیار تھیں۔ دونوں کے فائدے تھے۔ انہیں تنہائی کی ساتھی، ایک خدمت گار مل رہی تھی۔ ارم کو بھی گھر کا تحفظ۔

اس بار وہ جا رہا تھا تو ارم بالکل شل دماغ اور کسی جذبے کے بغیر بیٹھی رہی۔ گیٹ تک بھی نہیں گئی۔ پھپھو جان کی چھوٹی بہو جو کراچی میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ اچانک آگئی۔ اس کے والدین تو تھے نہیں۔ بھائی دوبئی میں تھے۔ وہ اپنے پہلے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں ساس کے پاس آگئی تھی۔ اسے بھی ارم کی آمد کی خبر مل گئی تھی۔ ورنہ وہ کراچی میں ہی کیس کرائی۔

وہ نیک لڑکی تھی۔ ارم کی اس سے بے تکلفی ہوگئی۔ ارم نے گھر سنبھال لیا۔ پھپھو جان نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ چھوٹی بہو کی آمد سے خاصا گھبرائی ہوئی تھیں۔ وہ ایک مشہور افسانہ نگار تھیں۔ اور خواتین میں خاصی مقبول تھیں۔ ایک دن ارم نے

ان سے کہا۔

"پھوجان۔! میری کہانی لکھیے۔ خاصی افسانوی زندگی ہے میری۔"

وہ مسکرادیں۔ "بیٹا! افسانے میں تو رنگینی ہوتی ہے۔ رومانس ہوتا ہے۔ خوشیاں بھی ہوتی ہیں۔ قہقہے ہوتے ہیں۔ مجھے تو تمہارے چہرے پر دکھ اور محرومی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔"

"بعض افسانے ٹریجڈی ہوتے ہیں' بس آپ وہی دکھ' محرومی اور صدمے لکھ دیں۔"

"کون پڑھے گا اسے۔ لوگ کہیں گے سوائے آنسوؤں کے افسانے میں ہے کیا۔ بیٹا! لوگ تفریح بھی چاہتے ہیں۔ ہاں' تم سمیر کے ساتھ جاؤ گی۔ ہنستی مسکراتی' بچے پالتی ہوئی گھر سنبھالتی' پھر میں لکھوں گی کہ دکھ کے [illegible] ہے۔ غم کے ساتھ خوشی بھی [illegible] امید اچھی رکھنی چاہیے اور زندگی میں کسی مقام پر تھک کر ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔"

"پھوجان! یہ شرطیں کچھ سخت نہیں ہیں۔"

"نہیں' انسان کا اللہ کی ذات پر یقین [illegible] کبھی ہمت نہیں ہارتا۔ اور یاد رکھو قدرت [illegible] انسان پر اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتی۔ دھوپ چھاؤں ہے زندگی۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ ہم بہت سوں سے بہتر ہیں۔ وہ لوگ جو ہم سے [illegible] رہتے ہیں انہیں بھی نہ کبھی سکھ ملتا ہے۔ اپنی ساس کی زندگی سے سبق لو۔ کیسی دکھی زندگی گزاری۔ کبھی اف نہ کیا۔ نہ شوہر سے کوئی سکھ ملا۔ نہ اولاد نے خوشی دی۔ لے دے کر ایک تم تھیں۔ تم نے ان کو بہت خوشی دی۔"

"میں نے؟ مگر کیسے پھوجان!" وہ حیران تھی۔

"وہ جس مقصد سے تم کو لائی تھیں۔ تم نے انہیں مایوس نہیں کیا۔ اس سے زیادہ خوشی اور کیا ہوگی۔ ان کے گھر کو سنوارا۔ ان کی مرضی کا ہر کام کیا۔ انہیں محبت کی طلب تھی۔ وہ تم نے دی اور محبت سے بڑھ کر سچا جذبہ کوئی نہیں۔"

"پھپا! ان سے۔۔۔ خفا کیوں رہتے تھے؟"

"بس۔۔۔ غصہ ور تو تھے۔ ضدی بھی تھے پھر بھابھی نے شادی کے شروع کے دنوں میں احساس تفاخر یا شیخی میں آکر بتا دیا کہ ان کے تو بہت رشتے آئے تھے۔ خود خاندان میں ان کے کئی طلب گار تھے۔ بس' بھائی کو شک اور وہم نے گھیر لیا۔ ہر کسی پر شک کرتے۔ پوچھتے کیا یہ بھی تمہارا طلب گار تھا؟ بھابھی نے ان کے مزاج کو سمجھے بغیر اپنائیت میں آکر جو بھی بیان کیا۔ بھائی کو ہر بات پر شک ہوتا رہا۔ میں نے بھائی کو بہت سمجھایا۔ الہڑ لڑکی ہے۔ کم سن ہے۔ نادانی میں بول دیا ہے۔ فرماں بردار ہے اور ہم سب کو چاہتی ہے کوئی ایسی ویسی ہوتی تو شادی سے انکار کر دیتی۔ مگر [illegible] اعتبار کی عینک اتر جائے۔ پھر اسے کچھ اچھا نظر نہیں آتا۔"

"مگر پھپا سے تو سب ہی ناراض سے رہتے تھے۔"

[illegible] لے سب ان کی بدزبانی اور شکوک کے [illegible] بھابھی پر ہی نہیں۔ گھر میں آنے [illegible] سے بدظن ہو جاتے۔ اور اگر کبھی [illegible] بھابھی سے ہنس کر بات کر لی۔ تو بس جنگ [illegible] بھابھی سسرال میں خاصی [illegible] بھائی کو اس پر بھی بہت غصہ آتا کہ ان کے رشتے دار بھابھی کے حمایتی تھے۔ وہ ہر حمایت کرنے والے پر چڑھ دوڑتے۔ رفتہ رفتہ سب نے ملنا چھوڑ دیا۔ یہ اور برا ہوا۔ لے دے کر بھابھی ہی ان کا ہدف رہ گئیں۔"

ارم افسوس کے عالم میں سنتی رہی۔

"پھو میکے کیوں نہیں چلی گئیں۔"

"سمیر کی وجہ سے وہ باپ سے بہت مانوس تھا۔ بھابھی اسے بہت چاہتی تھیں۔ اسے چھوڑ سکتی تھیں۔ نہ لے جا سکتی تھیں۔ علیحدگی سے بچوں کی شخصیت پر بہت برا اثر پڑتا

ہے۔ لیکن ان کے آپس کے جھگڑے بھی اچھا اثر نہیں ڈالتے۔ سمیر بڑا ہوا تو گھر سے بے زار ہو گیا۔ گھر میں ٹکتا ہی نہیں تھا۔ پھر اسے جاب ملی تو چلا گیا۔ میں تو کہتی تھی۔ بھابھی کچھ دن کو ہی سہی ذرا دور تو چلے جانے کا۔ مگر وہ کہتی تھیں، میں قصور وار ہوتی تو چلی جاتی۔ اس کے علاوہ اپنے گھر والوں کو تو کچھ بتاتی نہیں تھیں۔"

"پھپھو جان! عورت کا کیا مقام ہے مرد کی نظر میں؟"

"عورت نہیں بیوی کہو۔ بیوی مرد کے لیے ایک گڑیا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ جسے وہ سجا سنوار کر گھر میں رکھتا ہے۔ جب چاہا کھیلا [illegible] دل بھر گیا تو پھینک دیا۔"

"اور مرد۔ عورت کے لیے کیا مقام رکھتا ہے؟"

"تم عورت ہو، تم پر جو گزر رہی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے باوجود، مرد عورت کے لیے سہارا۔ سائبان اور مضبوط چھت ہے۔ وہ نگہبان ہے۔ عورت کمزور ہے۔ یہ احساس بچپن سے دلایا جاتا ہے۔ مجبور کیا جاتا ہے کہ عورت کمزور ہے۔ مرد کی محتاج۔"

"اور اگر کسی کو۔ یہ چھت میسر ہونے کے باوجود مہیا نہ ہو پھر عورت کو کیا کرنا چاہیے؟"

"صبر۔ دعا، اور اچھے وقت کا انتظار۔" پھپھو جان نے ارم کے ستے چہرے کو ہمدردی سے دیکھا۔

"صرف۔؟ یعنی کوشش۔ جدوجہد نہیں کرنی چاہیے؟"

"ضرور کرنی چاہیے۔ دنیا میں آنے کا مقصد انسان کے لیے کوشش اور جدوجہد کرنا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے صبر سے اچھے وقت کا انتظار کرتا رہے۔ وسائل بھی ہونے چاہئیں۔ انسان میں حوصلہ بھی ہو۔"

"پھپھو جان! شادی۔ ضروری کیوں ہے؟ کیا اس کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا؟"

ارم کے سوال نے پھپھو جان کو ہلا کر رکھ دیا۔

"میری جان، کیوں فضول سوالوں سے ذہن کو آلودہ کرتی ہو۔ ہر ذی نفس اپنی قسمت قدرت کے اشارے کے مطابق بناتا ہے۔ یا یوں کہہ لو قدرت ہی ہماری قسمت بناتی ہے۔ سمندر کبھی پرسکون ہوتا ہے۔ کبھی اس میں مدوجزر ہوتا ہے۔ کوئی سفینہ ساحل سے جا لگتا ہے۔ کوئی ڈوب جاتا ہے۔"

✡ ✡ ✡

ارم گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر پھپھو جان کے پاس جا بیٹھتی۔ وہ پڑھنا لکھنا موقوف کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتیں۔ [illegible] ہوتے۔ فوزیہ بھی [illegible] آجاتی۔

"[illegible] ارم! ہماری اس دنیا میں عورتوں کی کتنی قسمیں ہیں [illegible] غریب [illegible] تعلیم یافتہ، شریف اور ذلیل [illegible] طبقہ [illegible] کو خوش دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ [illegible] دوسروں کو خوش دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ خواہ اسے کوئی خوشی نہ بھی ملی ہو۔ کوئی عورت شوہر، گھر اور اولاد والی ہے۔ مگر اس کے پاس دولت نہیں، کسی کے پاس دولت ہے۔ اولاد نہیں۔ یا شوہر نہیں۔ کسی کو روٹی کے لالے ہیں۔ اور کمائی ہے تو شوہر کی توجہ نہیں۔ یعنی ہر جگہ ایک آنچ کی کسر ہے۔ مکمل خوشی اور اطمینان کسی کو نصیب نہیں۔ [illegible] طاقت پر ایمان رکھنے والا [illegible] جانتی ہیں۔ اور اللہ کا شکر [illegible]"

"پھپھو جان فرض کریں۔ ایک ایسی عورت جسے سب کچھ نصیب ہو۔ آپ اس عورت کی کہانی کا کیا انجام دیں گی؟"

"وہ یا تو ناشکری ہوگی۔ رونے روتی ہوگی کہ اس کا گزارا نہیں ہوتا۔ شوہر وفادار نہیں، بچے تابعدار نہیں۔ وہ کسی حال میں خوش نہیں ہوگی۔ اس کی ناشکری پر اسے قدرت کی طرف سے سزا ملے گی۔ یا وہ شوہر کی وفا سے واقعی محروم ہو جائے گی۔ یا اس کی دولت چھن جائے گی۔ یا پھر وہ شکر گزار بندی ہوگی۔



دولت کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر کے خدا کا شکر ادا کرے گی۔ غریبوں کی دعائیں اسے دنیا میں ہی سرخرو کر دیں گی۔ یا پھر۔ وہ مزید دولت کے لیے بے قرار رہے گی۔ خسیس ہو جائے گی۔ جمع کرتے کرتے مر جائے گی۔ اس کی دولت غیر مستحق افراد میں بٹ جائے گی۔ اولاد بھی نااتفاقی کا شکار ہو کر تتر بتر ہو جائے گی۔ محبتیں، عنقا اتفاق ختم ہو جائے گا۔ تمہارے خیال میں کون سا انجام بہتر ہو گا؟"

"شکر گزار بندی کا۔" اس نے یقین سے کہا۔

"مجھے یقین ہے، تم بھی یہی کرو گی۔ خیال رہے [illegible] پھپھو [illegible] کی حق تلفی ہوتی ہے۔ وہ خود یہ [illegible] عمل نہیں [illegible]"

"اچھی بات کی تم نے۔ [illegible] یہ فارمولا الٹ جاتا ہے۔ [illegible]" بہو ساس کے ظلم و ستم سہتی رہتی ہے۔ خود ساس بنتی ہے تو اپنی بہو سے اپنی ساس کے مظالم کا بدلہ لے رہی ہوتی ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ وہ کتنی تکلیفیں اٹھا چکی ہے۔"

"امی! آپ کی ساس کیسی تھیں؟" فوزیہ نے شوق بھرے [illegible] مشہور ہے [illegible] جب [illegible] میرے ساتھ یہ ہوا [illegible] بہت اچھی۔"

"امی آپ بھی بہت اچھی ہیں۔" فوزیہ نے اعتراف کیا۔

"بیٹا! دنیا میں ہمارا عمل ہی رہ جاتا ہے۔ اسی عمل کا ہمیں اگلے جہان میں بھی اجر ملتا ہے۔"

ارم خواہ کتنی بھی لاپروا ہو۔ مگر محرومی نے اس کے اندر اضطرابی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ پھپھو جان کی نصیحتوں اور ہمدردی نے اس میں کچھ حوصلہ کیا تھا۔ اب وہ نہ قسمت کا گلہ کرتی۔ نہ اسے سمیر کی بے اعتنائی کا غم تھا۔ فوزیہ بچہ ہونے کے مہینہ بھر بعد کراچی چلی گئی۔ وہ تو ساس کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ مگر پھپھو جان، ارم کی وجہ سے نہیں گئیں۔ وہ شرمندہ ہو گئی سمیر کی کوئی خیر خبر نہ تھی۔ آفس کے پتے پر اس نے خط لکھا، اس کا بھی جواب نہ ملا۔ شاید وہ جا چکا تھا۔

✡ ✡ ✡

اور یقیناً" وہ جا چکا تھا۔ نغمہ سے شادی کر کے وہ انگلینڈ چلا گیا۔ نغمہ کے پاس برطانوی شہریت تھی۔ باس کو یہ خوش شکل، قدرے بدھو سا لڑکا اپنی تنگ مزاج اور حسن پرست بہن کے لیے مناسب لگا۔ انہوں نے اسے طرح طرح کے لالچ دے کر خرید لیا۔ وہ دولت کمانا چاہتا تھا۔ خوش حالی کا تمنائی تھا۔ نغمہ کے ساتھ اسے سب کچھ مل گیا۔ نغمہ سمیر کے نخرے اٹھاتی۔ اسے ساتھ رکھتی۔ سیر، تفریح، ہلا گلا۔ دعوت پارٹی عیش آرام کی دنیا میں بے چاری ارم کسے یاد رہتی۔

امریکہ، کینیڈا، سوئٹزرلینڈ کی سیر کر چکا تھا۔ اسے نغمہ کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا۔ وہ اب اعلا سوسائٹی کا فرد تھا۔ وہ بہت بدل گیا تھا۔ نغمہ کے معیار اور خواہش کے مطابق ہو گیا تھا۔ وہ نغمہ سے خوش تھا۔ اسی کی وجہ سے اسے اس چمکتی دمکتی دنیا میں آنے اور رہنے کا موقع ملا تھا۔ وہ نغمہ کا احسان مند تھا۔ جس نے اس کے سب ارمان پورے کیے تھے۔ نغمہ اپنی ایک دوست کی بہن کی شادی میں شرکت کے لیے چند دن کے لیے کینیڈا گئی تھی۔ سمیر اپنے پرانے پاکستانی دوست ساجد کے گھر آگیا۔ لندن میں اس کا وہی پرانا ایک دوست تھا۔ ساجد کمپیوٹر کا عاشق تھا۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے جم کر بیٹھ جاتا تو گھنٹوں بیٹھا رہتا۔ اسی سے خبریں پڑھتا۔ معلومات حاصل کرتا، وہ پاکستانی اخبار بھی کمپیوٹر کے ذریعے ہی پڑھ کر وطن کی خبریں معلوم کر لیتا۔ ایک ایک لفظ پڑھتا۔ اس روز بھی وہ کمپیوٹر سے اخبار پڑھ رہا تھا۔ خبریں ختم، اب موسم، اور پھر اموات، قتل اور جہلم کا کالم آگیا۔ پھر وہ تاسف سے بول پڑا۔

"ارے بھئی، یہ خواتین کی افسانوی دنیا میں کیا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ ابھی پچھلے مہینے ایک خاتون ناول

نگار دنیا سے رخصت ہوئی تھیں۔ اب یہ بھی لڑھک گئیں۔ بیگم زبیدہ قائم علی۔

آج ان کا چہلم تھا۔ یہ تو نفسیاتی مسائل پر خواتین کے افسانے لکھا کرتی تھیں' خاصی تعلیم یافتہ تھیں۔ اپنی بہن کے شوق دلانے پر میں نے بھی ان کے افسانے پڑھے تھے۔ لاجواب۔"

ساجد خبریں زور زور سے سنا رہا تھا۔ سمیر کو غنودگی ہونے لگی تھی۔ ساجد کے "چہلم" کہنے پر وہ چونک گیا۔

"کیا۔ کیا نام لیا تم نے۔ پھر سے بتانا؟"

"زبیدہ قائم علی۔ ارے' یہ وہی ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا بھی تھا۔ لندن کے اخبار میں تمہارے لیے تلاش گمشدہ کا اشتہار دیتی تھیں۔ تم نے [illegible] دیا [illegible]"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔" وہ بوکھلا گیا۔ "پھر سے [illegible] پھر سے بتاؤ۔ کیا ہوا انہیں؟"

"مر گئیں۔ آج چہلم تھا۔ ملک کے طول و ارض سے ادیب لوگ شریک ہوئے۔"

"اوہ خدایا۔۔۔!" وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"کیا ہوا؟ کیا کوئی قریبی عزیز تھیں؟"

"یار! اکیلی وہی تو رہ گئی تھیں' قریبی رشتے دار۔ سگی پھپھو اور میں انہیں بھولا ہوا تھا۔ اف۔۔۔ مجھے جانا پڑے گا۔"

اور ایک بھولا بسرا چہرہ' بھولی ہوئی یاد' کتاب کا پھٹا ہوا ورق ذہن جاگ گیا۔ روشن ہو گیا۔

"زینب آپا! اب میرا کیا ہو گا؟"

ارم' پھپھو جان کی بیٹی سے سوال کرنے پر مجبور تھی۔ زینب ماں کی بیماری کے سلسلے میں پچھلے ڈیڑھ ماہ سے پاکستان آئی ہوئی تھیں۔ ہر سال آتی تھیں اور ہمیشہ ارم کو ماں کی خدمت میں کمربستہ دیکھا۔ وہ زینب سے زیادہ ان کا خیال کرتی۔ وہی تو اب اس کا واحد سہارا تھیں۔ بیماری میں بہت چڑچڑی ہو گئی تھیں۔ ارم ان کے سو سو نخرے سہتی' ناز اٹھاتی۔ کسی ادنیٰ کنیز کی طرح چوکنا اور دست بستہ کھڑی رہتی۔

آخر وقت میں ان کے ہوش و حواس درست نہ رہے تھے۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق دوا غذا کا خیال رکھتی۔ انہوں نے اسے لٹو کی طرح گھومتے ہی دیکھا تھا۔ پروانہ وار ان کی ماں کے گرد چکر لگاتی۔

زینب کے دونوں بھائی امریکہ میں تھے۔ اپنی اپنی فیملیز میں مگن۔ وہ لوگ باقاعدگی سے فون کرتے' ارم کو تسلی دیتے۔ وہ اس کا خرچ بخوشی اٹھا رہے تھے۔ ماں کے مرنے پر دونوں اگلے دن پہنچے۔ چار دن بعد چلے گئے۔ انہیں ارم کا خیال نہ آیا۔ زینب' ارم کی ممنون تھیں۔ انہیں بھی سمیر کی گمشدگی کی فکر تھی۔ وہ ارم پر ترس کھا سکتی تھیں' اس کی مدد نہیں کر سکتی تھیں۔ پہلے اور بات تھی۔ وہ زندہ تھیں جن کی وجہ سے ارم یہاں تھی مگر اب ارم کا سوال [illegible] کر رہ گیا۔

اب وہ [illegible] کیا جواب دیں۔ کہاں [illegible] سمیر بے [illegible] دغاباز' [illegible] خود غرض [illegible] سمیر [illegible] سکتی ہیں [illegible] اس [illegible] ناتا توڑ لو۔ کب تک اکیلی رہو گی۔ اس وقت ماں لی ہوتی میری بات تو آج یہ سوال نہ کرتیں۔ اپنے گھر میں ہوتیں۔"

انہوں نے خفگی سے کہا۔ ارم نے سٹپٹا کر پاس کھڑی امن کو دیکھا۔ "اور یہ؟"

ہاں۔ زینب نے سرد آہ بھری۔ "ایک اور سمیر۔ حالانکہ سمیر نے ماں باپ کے سائے تلے زندگی گزاری پھر بھی نارمل نہ رہا اور اب [illegible]

"اسے نارمل رکھنے کے لیے [illegible] آپ [illegible]

تجویز [illegible] زینب [illegible] پیار نہ کریں' سوتیلے باپ سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خلع کے لیے۔۔۔ یکطرفہ کارروائی سے میں مطمئن نہ تھی اور مجھ میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ ایسا بولڈ قدم اٹھاؤں۔ پھپھو جان کہتی تھیں۔ مایوس نہ ہو' اللہ کی ذات بڑی مہربان ہے اور مجھے اب سمیر کا نہیں' اللہ کے مہربان ہونے کا انتظار ہے۔"

"دیکھو۔ تم ایک جوان عورت ہو' زمانہ تو نبیوں پیغمبروں پر تہمت لگاتا تھا۔ ایک عورت تو زم چارہ ہوتی ہے۔ تمہیں سہارے کی ضرورت ہے ارم! مرد کا سہارا۔"



"میں بے سہارا نہیں۔ میری بچی اب میرا سہارا ہے' میں اس کا۔ ہم اکیلے نہیں ہیں لیکن ہاں' زمانے کی حد تک میں کمزور ہوں۔ امن کے بڑے ہونے تک مجھے مدد چاہیے' زینب آپا!"

"ہاں' کیسی مدد؟"

"تین سال پہلے جب آپ آئی تھیں۔ یہاں سے ایک ملازمہ لے گئی تھیں۔ اب وہ آپ کے پاس نہیں۔ آپ اس بار مجھے لے چلیں۔ میں آپ کی ملازمہ بن کر جاؤں گی۔ پلیز مجھے لے چلیں۔ آپ کے گھر کے سارے کام کروں گی جس طرح یہاں کرتی تھی' میں [illegible] اب آپ کے سوا کس سے امید رکھوں مدد کی [illegible] بہت دعا [illegible] وہ [illegible]

"[illegible] اچھا [illegible] طرح [illegible] تو نہ کرو [illegible] رات [illegible] رہے ہیں [illegible] اللہ سے [illegible] مانگنا چاہیے' بندے سے نہیں۔"

رات کو اختر کا فون آیا۔ زینب نے فوراً ارم کے بارے میں بات کی۔ وہ خفا ہونے لگے۔

"یہ کیا بات کی' کسی طرح مناسب نہیں۔ کیا میں اپنی [illegible] کو ملازمہ [illegible] کرا سکتا ہوں کسی بھی وجہ سے۔ زینب' اس طرح کسی کی مجبوریوں کا سودا نہیں کرتے [illegible] اسے ڈرو [illegible]"

"تو [illegible] کیا [illegible] کرا [illegible] چھوڑوں اسے؟" وہ خود کہہ [illegible] اس [illegible] کے ساتھ رہ سکے [illegible]

"وہ مدد کی [illegible] مجبور ہے مگر ہم اس کی شخصیت کو مسخ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اگر عزت نہیں دے سکتے تو ذلیل کرنے کا حق بھی نہیں ہے ہمیں۔ تمہارے بھائیوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ برسوں تمہاری ماں کی خدمت کی ہے۔ آئے تھے تو ان سے کہا کیوں نہیں۔ کچھ دن انتظار کر لو' اللہ کوئی رستہ نکالے گا۔"

اختر نے فون بند کر دیا۔ زینب دل میں سمیر کو گالیاں دیتی رہیں۔ ارم سے اختر کے فون کا ذکر کیا ہی نہیں۔

☼ ☼ ☼

دوپہر کا وقت تھا۔ ارم کچن میں تھی۔ دروازے پر دستک کچھ زیادہ زوردار تھی۔ متواتر گھنٹی بھی بج رہی تھی۔

"توبہ۔ یہ کون بے قرار روح ہے۔" کہتی ہوئی زینب دروازے کی طرف گئیں۔ اماں کی وفات کے بعد مسلسل روز لوگ پرسے کے لیے آتے تھے۔ وہ بہت ہر دل عزیز خاتون تھیں' خاندان میں مقبول۔ ملنے جلنے والوں میں بھی پسندیدہ۔ تعزیت کے لیے اتنے لوگ آئے کہ کئی دن گہما گہمی رہی۔ اب بھی روزانہ دو چار لوگ آتے تھے۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ باہر تیز [illegible] کی چمک میں پہلے تو کچھ نظر ہی نہیں آیا پھر حیرت' خفگی۔۔۔ منہ پھیر کر اندر آ گئیں' اظہار ناراضی۔ پیچھے آ رہا تھا۔ شرمندہ' نادم' رنجیدہ۔

"آپا۔۔۔ آپا۔۔۔ میں بہت برا ہوں' بہت برا' خود غرض ہوں۔ آپا! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے پھپھو جان کی روح سے بہت معافی طلب کی۔ میں سزا کے لائق ہوں۔ پھپھو جان کے رشتے سے آپ سے بھی۔"

"رشتہ۔۔۔ کیسا رشتہ۔۔۔ تم نے کس رشتے کا بھرم رکھا' کس تعلق کا پاس کیا۔ بوڑھی عورت پر ذمہ داری کا پہاڑ لاد کر چلے گئے۔ دغاباز' اب کس لیے آئے ہو؟ کس نے بلایا ہے؟ جاؤ' شکل نہیں دیکھنا چاہتی میں۔ میری ماں کو کیسا تڑپایا ہے۔ سوچ سکتے ہو تم؟ مگر نہیں' میں بھی کس دھوکے باز سے سوال کر رہی ہوں۔ مطلب پرست۔"

"مانتا ہوں آپا! سب مانتا ہوں۔ بہت ذلیل انسان ہوں' دغاباز ہوں۔ ایک بار معاف کر دیں' میں اپنی کوتاہیوں کی تلافی کر دوں گا۔"

"تلافی۔۔۔؟ اب۔۔۔؟ وقت گزر گیا تلافی کا۔ ہم نے تمہیں صبر کر لیا تھا۔ سوچ لیا تھا کہ تم فنا فی النار ہو گئے ہو۔ فاتحہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی کہ دوزخیوں پر فاتحہ واجب نہیں۔"

زینب بے حد مشتعل تھیں مگر دل کو گونہ سکون بھی ملا تھا۔ رات سے جو بوجھ دماغ پر تھا' وہ اتر گیا تو ہلکی

پھلکی ہو گئیں۔ واقعی اللہ ہی مدد کرتا ہے۔

"آپا! ہر غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔ پلیز معاف کر دیں۔"

"میں کیوں معاف کروں۔ معافی اس عورت سے مانگو جو آج بھی رنگین دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ کلائی میں وہ کانچ کی چوڑیاں ڈالے رہتی ہے، سہاگن ہونے کی نشانی۔ تم نے اسے جیتے جی مار دیا۔ اب اس کی لاش کا کیا کرنا ہے۔ یہی سوچ رہی تھی اسے کہاں دفن کروں؟"

"آپا پلیز... یہ دیکھیں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ ہر زیادتی کا اعتراف ہے مجھے۔ بچی! ذرا پانی تو پلا دو، حلق سوکھ گیا۔ کیا غضب کی گرمی ہے آپ کے شہر میں۔"

"تم جیسے لوگوں کے اعمال نے ہی جہنم کا دروازہ کھول دیا ہے۔"

"آپا! میں نے تو جہلم کی خبر دی تھی۔ مجھے ان کی وفات کی اطلاع نہیں تھی جیسے ہی خبر ملی بھاگا..."

"کس نے دعوت نامہ بھیجا تھا۔ نہ آتے اب بھی اور فائدہ بھی کیا۔ وہ تو میرے ساتھ بطور ملازمہ جانے کو تیار ہے۔ اسے کہاں چھوڑ دوں میں؟" امن پانی کا گلاس لے آئی تھی۔ سمیر نے پانی پی کر گلاس بچی کے ہاتھ میں دے دیا۔

"کتنی پیاری بچی ہے۔ کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟ آپا! آپ کی ہے؟"

زینب نے انتہائی تاسف اور قدرے غصے سے سمیر کو گھورا۔ "بڑی ہی بے غیرت ہڈی ہے تمہاری۔ اتنی بے خبری؟ افسوس۔"

"کیا ہو گیا؟" وہ الجھ گیا۔

"بیٹی ہے تمہاری، بے غیرت انسان۔" وہ چیخ کر بولیں۔ "اس سے اندازہ کرو کتنی مدت تم نے اس بے خطا لڑکی کو سولی پر لٹکائے رکھا۔ اس کے حقوق پامال کیے، اس کا استحصال کیا۔ زندہ ہستی کے جذبات مردہ ہو چکے ہیں۔ اگر بچی نہ ہوتی تو شاید وہ زندہ بھی نہ رہتی۔ اماں نے، میں نے بلکہ اور لوگوں نے بھی کتنا سمجھایا۔ خلع لے لو، اچھی جگہ شادی کرا دیں گے مگر اس وفا کی پتلی نے ہاں کر کے نہ دی۔ کرتی رہی انتظار۔ اللہ پر بھروسا تھا اسے۔ سات سال کی بچی ہے۔ تمہارے جانے کے چند ماہ بعد پیدا ہوئی۔ ادھر وہ پیدا ہوئی، ادھر تم مر گئے۔ ہاں ہمارے لیے تو مر ہی گئے۔ کتنے اشتہار دیے گئے۔ بچی کی پیدائش کی خبر بھی دی مگر تم۔ شاید اماں کے مرنے کا انتظار کرتے رہے۔ تم ہمیشہ دفنانے آتے تھے۔ اس بار تم سے یہ بھی نہ ہوا۔"

سمیر نے سر جھکا لیا۔

امن نے کچن میں جا کر ماں سے کہا۔

"امی! میرے بابا آ گئے ہیں۔ سچ وہ بالکل تصویر جیسے ہیں۔"

[illegible] کے لہجے میں شوق اور یقین تھا۔ [illegible]

امن کی پیدائش کے بعد [illegible] نے اسے سمیر کی تصویر [illegible] رکھی تھی۔ وہ صبح شام اسے دیکھتی، سہلاتی، کبھی چوم لیتی۔ اسے اپنے بابا بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ ارم کو سوال کر کر کے زچ کر دیتی۔ ارم ادھر ادھر کی باتوں سے بہلا دیتی۔

"امی! بابا نے مجھ سے پانی مانگا ہے۔ جلدی سے پانی دیں نا۔"

ارم نے پانی دے کر کہا۔ "اچھا اچھا ان کو پانی دے دینا بچی۔ پتا نہیں کون ہیں [illegible]" اور بھی خوش تھی۔

"امی! بابا [illegible] آپ پھپھو ان پر خفا ہو رہی ہیں۔ میں بھاگ آئی جلدی سے۔"

"اچھا باتیں بہت ہو گئیں، کھانا لگانا ہے۔ مہمان کے لیے بھی پلیٹ لگاؤ۔ میں کھانا نکالتی ہوں۔" بچی مارے خوشی کے پھرتی سے پلیٹیں لے گئی۔

برتن رکھ کر آئی تو کچن صاف کرنے لگی۔ گیلا کپڑا فرش پر پھیر رہی تھی۔ سمیر نے دروازے پر دستک دی۔ ارم نے مڑ کر دیکھا اور پتھر ہو گئی۔ سالن نکال رہی تھی۔ چمچہ ہاتھ سے گرا۔ پُرزور آواز سے فرش پر لڑھکتا چلا گیا۔ امن جوش میں کپڑا مار رہی تھی۔ خفا ہونے لگی۔



"یہ کیا امی! ابھی صاف کیا تھا پھر گندا ہو گیا۔" ارم نے امن کی آواز سنی ہی نہیں۔ اس کے ذہن پر ہتھوڑے برس رہے تھے۔

اس کی زندگی کا باغ۔ باغ کی بہار، اس کا جہان آباد تھا۔ بھرا پُرا، سرسبز و شاداب۔ وہ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ امن دروازے تک پہنچی تو اسے جوتے نظر آئے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر مڑ کر ماں کو دیکھا۔

"امی...!" وہ کپڑا پھینک کر چلائی۔ "دیکھا، وہی ہیں نا۔ بابا، میرے بابا۔ ابھی تصویر لا کر دکھاتی ہوں، شکل ملا لیں۔" سمیر نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

"تم سے بہتر تو تمہاری بیٹی ہے، تم نے پہچانا ہی نہیں۔"

ارم کی خاموشی ٹوٹی۔ "ہاں تو اجنبیوں کو پہچان کر ابھی کیا؟"

"اجنبی... کیسے...؟"

"کبھی کبھار ملنے والے اجنبی ہی ہوتے ہیں۔ جن سے مل کر جنہیں پہچان کر غم ہی ملتا ہو، انہیں نہ پہچاننا بہتر ہے۔"

وہ رکھائی سے بول رہی تھی اور سالن نکال رہی تھی۔ آنسو [illegible] پیچھے جا رہی تھی۔ اب یہ نئی صورت حال، وہ سوچ رہی [illegible] کہاں بیچ کر جائیں [illegible] رہا۔ ارم کے [illegible] سال کی [illegible] میں کپڑا [illegible] دونوں [illegible] مردہ چہرہ [illegible] درجے کی ملازمہ سے بھی کم لگ رہی تھی۔ [illegible] امن کو گرم جوشی سے لپٹا لیا۔ اپنی کوتاہی، بے رخی، بے اعتنائی کے ازالے کے لیے۔ زینب نے شکر کا سانس لیا۔ سمیر، ارم کو ساتھ لے جائے گا لیکن انہوں نے پھر بھی فضیحتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ برسوں کا غبار نکالنے کا موقع آیا تھا۔

"تمہاری طرف سے بھی میں ہی شکوے کروں۔ تم بھی تو کچھ بولو۔" انہوں نے ارم کو ٹہوکا دیا۔

"کیسے بولوں آپا! جس دن میری امی مریں، اس دن سے میں نے بولنا چھوڑ دیا۔ ابا سے کتنے لاڈ کرتی تھی۔ وہ بھی چھوڑ دیے۔ ابا کے بعد ہونٹ سی لیے۔ جن لڑکیوں کے ماں باپ مر جاتے ہیں نا آپا! پھر ان کی کوئی سنتا نہیں۔ ان کے لیے دنیا کی ہر خوشی مر جاتی ہے۔ بولیں کس سے، کوئی سننے والا ہی نہیں ہوتا۔ میرے نصیب سو گئے، اب کیسے جگاؤں؟"

وہ بے حد افسردہ تھی۔ سمیر کے ساتھ جانے کی اسے کوئی خوشی نہ تھی بلکہ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ دوسرے انجان ملک میں اس کے ساتھ نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔

"تمہاری اپنی بے ہمتی اور بے ثمر وفا کے مظاہرے نے تمہیں [illegible] دیے، ورنہ دنیا میں تمہارے لیے بھی بہت خوشی اور رنگینی تھی۔ ہر انسان کا حق ہے، وہ زندگی سے خوشیاں وصول کرے۔ پیر ڈھیلے چھوڑنے سے بھلا کچھ ملتا ہے؟ خدا بھی اسی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد کرے۔ [illegible] میں نے کہا۔ تم علیحدگی لے لو تو اچھا تھا مگر..."

"مگر کسی نے یہ ضمانت بھی نہ دی کہ لازمی خوشیاں مل جائیں گی۔ اگر میرے نصیب ایسے ہی تھے تو ہر جگہ مجھے یہی حالات ملتے۔"

"نہیں میری جان! ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ پہلی شادی کے بعد دوسری بہت کامیاب ہوئی۔ اب بھی وقت ہے۔ سمیر کا کوئی بھروسہ نہیں۔ بچی اس کے حوالے کرو اور علیحدگی لے لو۔ ساری زندگی رونے سے بہتر ہے۔ میں تمہیں کویت لے جاؤں گی۔ وہاں بہت اچھی شادی کروا دوں گی۔ پرامس۔"

زینب اسے اکسا رہی تھیں۔ سمیر چپ چاپ سامنے کرسی پر بیٹھا سب کچھ سن رہا تھا۔ ارم رونے لگی تھی۔

"آپا! طلاق اور خلع لینے والی لڑکیوں کے بچے ہمیشہ ماں کو الزام دیتے ہیں۔ خواہ باپ کتنی زیادتی کرتے ہوں، انہیں خطا ماں کی ہی نظر آتی ہے۔ بچے کے لیے ماں اور باپ دونوں کا اکٹھا رہنا ضروری ہے۔"

"اچھا...؟ تو سات برس تم اس کے باپ کے ساتھ رہیں؟ کیا سمیر سلیمانی ٹوپی اوڑھ کر آتا تھا یا مکھی بن کر

کہ کسی کو نظر نہیں آیا۔"

وہ جھینپ گئی۔ "وہ دوسری بات ہے۔ میں تو علیحدگی کے سلسلے میں کہہ رہی تھی۔ میں نے امن کو یہی بتایا تھا کہ وہ بہت چھوٹی تھی۔ اس کے بابا باہر چلے گئے تھے۔"

سمیر امن کو گود میں لیے بیٹھا تھا۔ وہ سو چکی تھی۔ سمیر اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کر رہا تھا۔ نہ جانے اس لمس میں کون سا جادو تھا کہ وہ اپنی بے خبری، اتنے دنوں کی جدائی پر خود کو نفرین بھیج رہا تھا۔ اس کے گھنے ریشمی بال انگلیوں میں پھسل رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"بڑے ہو کر بھی اس بچی نے مجھ [illegible] اتنے دن تم سے جدا کیوں رہی؟ میرے بچپن میں تم کہاں تھے۔ دوسرے بچوں کی طرح مجھے بابا کا پیار نصیب کیوں نہ ہوا۔ میرے پاس اس کا کیا جواب ہو گا کہ تمہارا بابا اپنے عیش آرام کی خاطر تم کو بھولا رہا۔ میں ان ماں بیٹی کی کسمپرسی کی تلافی کیسے کروں گا؟ میں اس بچی کا بچپن کیسے واپس کروں گا۔ ماموں کی روح کو کیا جواب دوں گا؟ اماں کی روح کو تڑپایا۔ پھپھو جان کے کسی اشتہار کا جواب نہ دیا۔ کتنے دل دکھائے، کتنا سب کو پریشان کیا۔ مجھے سزا تو ملنی چاہیے۔ زینب آپا کی تلخ ترش باتوں میں سہی۔"

☼ ☼ ☼

انگلینڈ۔ یہاں کی دنیا ہی الگ تھی۔ فضا، موسم، ماحول سب کچھ مختلف۔ ساجد نے انہیں اپنے گھر ٹھہرایا اور سمیر کی ٹانگ لی، خوب خبر لی۔

"اتنا عرصہ بچی کی جدائی کیسے برداشت کر لی۔ نغمہ قتل تو کر نہ دیتی جب اسے تمہاری شادی کا علم تھا تو وہ کیا کر لیتی۔"

ایک ارم کی ذات ہی ایسی تھی جس کے لب واقعی سلے ہوئے تھے۔ وہ روبوٹ کی طرح سمیر کے اشاروں پر عمل کر رہی تھی۔ سمیر نے پاکستان میں ہی نغمہ کو فون کر کے پھپھو جان کی وفات کی اطلاع دے کر ارم کو لانے کی اجازت لے لی تھی۔

نغمہ جانتی تھی، سمیر اب اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ نغمہ کو ہر طرح کی برتری حاصل تھی۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنا چاہتا تب بھی نکل نہیں سکتا تھا۔ دولت، عیش عشرت، رنگینی، بے فکر زندگی جس کا وہ متمنی تھا۔ نغمہ کی بدولت اس کو میسر ہوئی تھی۔

ارم ایک جاہل فرسودہ ماحول کی پلی ہوئی لونی ہستی نغمہ کا کیا بگاڑ لیتی۔ اسے کوئی خطرہ ارم سے نہ تھا۔ وہ تو نئی دلہن کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ آیا تھا، سات سال اسے چھوڑے بیٹھا رہا۔ نغمہ کے عشق میں ملک بھی چھوڑ دیا۔ سمیر پر ایک اور احسان کر کے [illegible] خاصی مطمئن ہو گئی تھی۔

[illegible] نے ایک فلیٹ کرائے پر لے لیا۔ اس میں کرائے [illegible] میں مسز فاروقی رہتی تھیں۔ بے حد فعال اور مخلص خاتون تھیں۔ لندن کے پاکستانی حلقے میں بے حد مقبول اور ہر دل عزیز۔ انہوں نے بھی ارم کی خاصی مدد کی۔ وہ ایک اسکول میں پڑھاتی تھیں۔

امن کو اس میں داخل کروا دیا۔ لانے لے جانے کی ذمہ داری بھی لے لی۔ ان کا ذریعہ معاش ایک پاکستانی لباس کا بوتیک اور گھر میں [illegible] کا سلسلہ تھا۔ وہ گھر میں پاکستانی خواتین [illegible] مسز فاروقی سے متاثر تھی۔ وہ [illegible] پہلے سے جانتی تھیں۔ [illegible] سمیر نے ارم کو اپنی شادی کا اب تک نہیں بتایا تھا۔ مسز فاروقی نے ارم کو مشورہ دیا کہ وہ کوئی جاب کر لے۔ یہاں عورت کا مستقبل محفوظ نہیں اور تمہارے ساتھ تو معاملہ دوسرا ہے۔ نغمہ کا دماغ کسی دن بھی خراب ہو گیا، وہ سمیر کو قانوناً اپنا پابند کر سکتی ہے۔ ایسے کسی بھی وقت کے آنے سے پہلے معاشی مضبوطی کا انتظام کرو۔ ارم گھبرا گئی۔ یہ نئی افتاد تھی۔ سمیر کسی کسی دن آ جاتا، رات کو رہتا بھی تھا مگر اس کا کوئی وقت نہ تھا۔ نغمہ جب اجازت دیتی، وہ آ جاتا۔ ارم نے اس سے سروس کی اجازت مانگی۔ وہ ہنس دیا۔



"کیا برتن دھوؤ گی یا گھر کی صفائی کی جاب کرو گی۔ آتا کیا ہے تمہیں؟"

"مسز فاروقی کہہ رہی تھیں، مجھے جاب مل جائے گی۔ آفس میں، فیکٹری میں۔۔۔"

"اچھا۔" وہ مسخرانہ ہنسا۔ "انگلش بول لو گی؟ بات کر لو گی؟"

"کیوں نہیں۔" وہ پُراعتماد انداز میں انگلش میں بولی۔ "میں نے ماسٹرز کیا ہے انگلش لینگویج میں۔ پھپھو جان کی مہربانی اور احسان ہے۔ انہوں نے مجھے پڑھایا۔ [illegible] سال میں خالی تو نہیں بیٹھی رہی۔"

اسے ان دنوں کی مشقت یاد آئی۔ کالج اور [illegible] پھپھو جان [illegible] گھر [illegible] ادھر ادھر بھاگتی [illegible] مگر [illegible] پا لیا۔ پھپھو جان [illegible] اس راہ پر لگایا تھا۔ زندگی بنانے کے لیے جدوجہد لازمی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی اسے خاصی دقت ہوتی تھی لیکن وہ کڑا وقت گزر ہی گیا۔ کبھی وہ مشقت بھری زندگی سے اکتا کر رو پڑتی، کبھی امن کو دیکھ کر آہیں بھرتی۔ اس بچی کو ماں کی قربت بھی کم ہی نصیب ہوتی۔ اور جب جاب کی تلاش میں تھی، پھپھو جان بیمار [illegible]۔ پورا سال [illegible] اور ارم ان کے بستر [illegible]

☼

[illegible] مسز فاروقی کی مہربانی سے۔۔۔ وہ ان کی ازحد ممنون ہوئی [illegible] یہاں بھی محنت اس کی قسمت میں۔ آرام کے دن تھے ہی نہیں۔ آفس کی پابندی، موسم کی سختی، ماحول اجنبی۔ روزانہ بسوں کے سفر، وہ تھک جاتی پھر گھر آ کر بھی کام، کام اور کام۔ گھر آفس کے قریب مل بھی جاتا۔ اس نے کوشش ہی نہیں کی۔ مسز فاروقی سے دور رہنا اسے گوارا نہ تھا اور امن کی طرف سے جو بے فکری تھی، یوں بھی ہم وطن، ہم زبان، ہمدرد، مددگار پھر ایک دن ڈاکٹر نے اسے خوشخبری سنادی۔

"ٹوئنز ہیں۔" وہ سر تھام کر رہ گئی۔

وہ اپنی ذات سے کس قدر بے خبر تھی۔ مسز فاروقی اس پر برس پڑیں کہ اس نے سمیر سے اپنی کیفیت کیوں چھپائی؟ کتنے دن سے آیا تھا، نہ فون کیا تھا پھر پتا چلا وہ نغمہ کے ساتھ کینیڈا گیا ہے۔ وہاں اسے کوئی کام ملا ہے۔ مسز فاروقی نے کہا۔

"دیکھا تم نے۔ آج کو تم گھر میں بڑی ایک ایک پائی کو ترستی ہو گی اور اسے دیکھو، بے فکر کینیڈا جا کر بیٹھ گیا۔"

وہ منتظر رہی۔ نہ سمیر آیا، نہ فون۔ وہ ہاسپٹل پہنچ گئی پھر گھر بھی آ گئی۔ وہ بچوں کو لے کر۔ دونوں بہت پیارے تھے۔ آفس والوں نے اس کے سب بل ادا کیے۔ ایک ماہ کی چھٹی بھی دی پھر سمیر آیا تو حیرت سے گنگ ہو گیا اور بچوں کی خبر کے ساتھ یہ بھی حیرت تھی کہ اس کی اتنے دن کی غیر موجودگی سے گھر پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔

امن حسب معمول اسکول جا رہی تھی۔ بچوں کے پاس گرم کپڑے تھے۔ ارم کے پاس ضرورت کی ہر چیز تھی۔ وہ سمیر کی محتاج نہ تھی۔ اب سمیر کی مردانہ انا پر چوٹ پڑی مگر چپ رہا۔ خوشی کا اظہار بھی کیا۔ اب وہ جلدی جلدی گھر آتا مگر اب اس کی توجہ کے مرکز لڑکے ہوتے۔ امن کو نظر انداز کر دیتا۔

زندگی اپنے حساب سے گزر رہی تھی۔ سمیر اب کبھی کبھار خرچ دینا بھول جاتا اور ارم، مسز فاروقی کی ممنون ہوتی۔ جن کے مشورے اور تجویز نے اسے اعتماد بھی دیا اور جاب بھی۔ آج تک سمیر سے وہ اتنا واقف نہ ہوئی تھی، جتنا ان دنوں اندازہ ہوا۔ وہ غرض کا بندہ تھا، صرف اپنی ذات کے آرام اور آسودگی کی خاطر بچوں تک کو بھلا سکتا ہے۔ بے اعتبار شخص، بے نیاز اور لاپروا مگر وہ اس سے شکوہ بھی نہ کرتی۔ اس سلسلے میں کبھی اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ یوں بھی جب آتا، پوری توجہ دیتا۔ بچوں کو سیر کرانے لے جاتا۔

وہ لڑکوں کو بہت چاہتا تھا، امن محسوس کرتی تھی مگر وہ ارم کی بیٹی تھی۔ منہ سے کچھ نہ کہتی۔ نغمہ اب اکثر

اپنے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر جایا کرتی۔ سمیر آزادی سے آتا۔ بچوں کو اپنے اپارٹمنٹ لے جاتا۔ وہ شاندار محل' بچوں کو اچھا لگتا۔ وہ اب بڑے ہوگئے تھے۔ سمیر تو لاؤنج میں صوفے پر گر جاتا اور ٹی وی آن کرتا۔ بچے چیزیں ادھر ادھر پھیلا دیتے۔ بعد میں نغمہ آتی تو سمیر پر چلاتی کہ گھر کو کباڑ خانہ بنا دیا ہے۔

"تم ضرور اپنی جنگلی بیوی کو لائے ہو گے۔ اس نے کبھی ایسا گھر' ایسی چیزیں دیکھی ہیں۔ لندن میں آکر بھی جاہل' جاہل رہتا ہے۔"

سمیر قسمیں کھاتا کہ بیوی کو کبھی نہیں لایا۔ یہ نہ بتا سکا کہ نہ وہ جنگلی ہے' نہ جاہل۔ سمیر سے تو زیادہ ہی تعلیم یافتہ تھی۔

"یہ گھریلو' مشرقی پاکستانی عورتیں پھوہڑ اور گندی ہوتی ہیں۔ انہیں ایسی قیمتی چیزوں کی قدر ہی نہیں ہوتی۔ وہ تو خوب جیلس ہوئی ہوگی۔ خواب میں بھی ایسا گھر اس نے نہ دیکھا ہوگا۔"

"قسم کھا رہا ہوں' وہ کبھی ادھر نہیں آئی۔ اسے فرصت ہی کہاں؟ کام پر جاتی ہے' چھٹی کے دن گھر کے ہی اتنے کام ہوتے ہیں اس کے پاس' یہاں کی طرح کوئی میڈ نہیں ہے۔"

"ہاں' اس کی بس یہی حیثیت ہے۔ کسی کے گھر کام پر جاتی ہوگی۔ بچوں کی آیا گیری کرتی ہوگی۔ تم نے بھی فضول میں طوطا پال لیا۔ میں کرتی ہوں گی۔ چلو خیر' میرا کیا لگتی ہے؟"

وہ بے فکر ہو جاتی۔ سمیر نے بھی احتیاطاً اس کے خیالات یا غلط فہمی دور کرنے کی کوشش نہ کی۔ نغمہ ابھی تک بچوں کی جھنجٹ سے آزاد تھی۔ کبھی سمیر شوق کا اظہار کرتا تو ناک چڑھاتی۔

"یہ سب جاہل عورتوں کے شوق ہوتے ہیں۔ مجھے بیٹوں کی کمائی کھانے کا شوق ہے نہ ضرورت۔ کیا کمی ہے یہاں۔ بہت پیسہ ہے۔ جب تک تم میرے ساتھ ہو' تمہیں بھی کچھ کمانے کی ضرورت نہیں۔ یہ چھوٹی موٹی نوکریاں جو تم آئے دن پکڑتے چھوڑتے ہو' مجھے پسند نہیں پھر سوچتی ہوں چلو ہاتھ پیر چلاتے رہو گے تو اسمارٹ رہو گے۔ تمہیں بچوں کا شوق ہے تو اس جنگلی سے پورا کرو۔"

کبھی جل کر کہتی۔ "کیا وہ بانجھ ہے یا خرچے کی وجہ سے تم خود نہیں چاہتے۔ چلو' میں خرچ دے دوں گی۔"

✡ ✡ ✡

امن کے ساتھ دونوں بھائی بھی اب اسکول جاتے تھے۔ بہت ذہین تھے۔ امن کو ہر سال بہترین اسٹوڈنٹ کا میڈل دیا جاتا۔ اس سال تینوں بہن بھائیوں کو ملنا تھا۔ امن نے سمیر سے ضد کی کہ اس بار وہ بھی [illegible] میں [illegible] بچوں کو ایوارڈ [illegible] کرتا دیکھے۔ نغمہ ان دنوں [illegible] ایک دوست [illegible] تصاویر کی نمائش کے انتظام [illegible] مصروف [illegible] سے [illegible] دوست کے ساتھ رہتی' موقع اچھا [illegible] بچوں کے ساتھ اسکول آیا۔ ارم ہر سال اکیلی آتی تھی۔

مسز فاروقی سمیر کو دیکھ کر خوش ہوئیں۔ پوری فیملی پہلی بار آئی تھی۔ تینوں بچوں نے ایوارڈ حاصل کیے۔ ارم کو بھی خصوصی ایوارڈ دیا گیا اور پرنسپل کی فرمائش پر اس نے اسکول انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ نیک خواہشات کا اظہار بھی کیا [illegible] تجاویز بھی پیش کیں۔ بچوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان کی ماؤں کو بھی مفید مشورے [illegible]

"یہ بچے ہمارے [illegible] ہیں۔ انہیں ماں باپ کی ہی نہیں' ملک کی نیک نامی کے لیے بھی تعلیمی پوزیشن کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔ میری دعا اور خواہش ہے کہ آج کے یہ بچے پاکستان کے کل کے لیے ملک کے پرچم بلند رکھنے کے لیے محنت' کوشش اور دیانت کو اپنا مقصد بنالیں گے اور وطن عزیز کے لیے ہر قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔"

اس کی مختصر تقریر بہت پسند کی گئی جو نیک خواہشات' وطن کی محبت سے لبریز ایک جذباتی اظہار



تھا۔ بہت دیر تالیاں بجیں اور اس کو اسٹیج پر روک کر بچوں کے فادر کو بھی دعوت دی گئی کہ اگر تصویر بھی بنوائیں اور اپنے جذبات کا اظہار کریں۔

سمیر سٹپٹا گیا۔ اس نے تو اپنے تعلیمی دور میں کبھی کوئی پوزیشن لی ہی نہیں تھی۔ وہ اس وقت کے جذبات سے واقف نہ تھا اور کچھ بیان کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھا مگر پرنسپل کے اصرار پر اسے اسٹیج پر جانا پڑا اور اسکول کے اساتذہ کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ بچوں کی تعلیمی ذہانت' ان کی ماں کی کوششوں کا نتیجہ قرار دے کر ارم کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کی جھجک دور [illegible] بچوں اور [illegible] کے ساتھ اسٹیج سے نیچے [illegible] کا چہرہ [illegible] رہا تھا۔ اس کی زندگی میں یہ [illegible] موقع پہلی [illegible] فخر [illegible] بنا [illegible] کن وقت تھا۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا' یہ خوشی اس کو کتنی مہنگی پڑے گی۔ یہ وقت اس کے کل کے لیے کیسا منحوس ہوگا۔ سب سے پچھلی سیٹوں پر بیٹھی نغمہ جو اپنی دوست کے ساتھ آگئی تھی۔ اس کی دوست اپنے بچوں کے ہمراہ اسٹوڈنٹ کی [illegible] اس نے ارم کو ایوارڈ [illegible] کرتے [illegible] ارم کو خراج تحسین پیش [illegible] ارم کی [illegible] بچوں کی [illegible] جدوجہد کے لیے اس کو شاباشی کے ساتھ ایوارڈ [illegible] رہا تھا اور جب سمیر اپنی فیملی کے ساتھ نشستوں کی طرف آ رہا تھا تو اس کا چہرہ فخر سے چمک رہا تھا۔ اس نے مارے خوشی کے ارم کی کمر میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اس نے جھک کر بچوں کو پیار بھی کیا تھا۔ اس وقت وہ کس قدر مسرور نظر آ رہا تھا۔ نغمہ سے برداشت کیسے ہوتا۔ وہ اپنی دوست کے بچوں کو انعام لیتے نہ دیکھ سکی اور اٹھ کر آگئی۔

✡ ✡ ✡

اس رات سمیر گھر میں داخل ہوا تو اس کی خوب پذیرائی' قدر افزائی ہوئی۔ نغمہ نے اس پر جو چیز ہاتھ لگی' اٹھا کر پھینک ماری۔ پہلے پہل اس نے چوٹیں کھائیں پھر خود کو بچاتا رہا۔ نغمہ کو نہ صرف بچوں کے انعام بلکہ ارم کے باوقار انداز' اس کی تقریر پر بجتی تالیاں۔ آگ تھی جو سینے میں دہک رہی تھی۔

سمیر نے آج تک اسے بے خبر رکھا تھا یہ کہ ارم خاصی قابل عورت ہے اور تین بچے بھی ہیں۔ اب وہ اپنی دوستوں کو کیا بتائے گی' کیسے ان کا سامنا کرے گی۔ وہ پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی۔

"مجھے کیا سمجھا ہے آپ کو؟ ابھی چاہوں تو چیونٹی کی طرح مسل دوں۔ پولیس کو خبر کردوں تو جیل میں سڑو گے۔ دوسری شادی کے الزام میں اور جیل میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہاں نہ یہ عیش ہوں گے' نہ آرام کرتے رہو گے' شفقت۔ اور میں وہاں بھی جینا حرام کرسکتی ہوں۔ میں کہیں بھی تمہیں چین سے نہیں رہنے دوں گی۔ سوچ لو' تمہیں کسی ایک کو رکھنا ہے میں یا وہ۔ سوچو میں نے تمہیں کیا سے کیا بنا دیا۔ زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا۔ پانچ ہزار ماہانہ ملتے تھے مہینہ بھر بعد۔ نہ تعلیم تھی' نہ قابلیت' میرے بھائی کو دعائیں دو جنہوں نے صرف تمہاری خوبصورتی دیکھ کر تمہیں میرے لیے پسند کیا۔ دولت سے جھولی بھر دی تمہاری۔ یاد رکھو' میرے بغیر تم اب بھی وہی ہو۔ ادنیٰ درجے کا کلرک۔ میرے بغیر صفر بھی نہیں ہو۔ میری وجہ سے تمہیں یہاں شہریت ملی۔ میں چاہوں تو ابھی منسوخ کرا کے ملک بدر کرا دوں۔ دراصل تم تھے ہی نہیں اس قابل۔ یہ میری حماقت تھی کہ تمہیں اجازت دے دی اسے یہاں لانے کی۔"

وہ پاگلوں کی طرح چیخ پکار کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی چیز اٹھا کر مارتی جاتی۔

"رات بھر میں سوچ کر جواب دو۔ یہاں رہنا ہے یا جیل میں سڑنا ہے۔"

اس رات نغمہ کا بیڈروم اس کے لیے بند رہا۔ وہ لاؤنج میں صوفے پر گر گیا۔ رہ رہ کر اپنی حماقتوں کو کوس رہا تھا۔ کیوں گیا اسکول' کیوں اسٹیج پر چڑھ کر تصویریں

بنوائیں، کیوں اس کی تعریف کی، امن کی بات کیوں مانی؟

دوسرا دن اور بھی عذاب میں گزرا۔ نغمہ کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اب بچے اس کی آنکھوں میں کھٹک رہے تھے۔ خوبصورت اور ذہین۔ سمیر جیسے بدھو کے بچے ذہین کیسے ہو سکتے ہیں؟ ارم کی باوقار شخصیت آنکھوں میں کھٹک رہی تھی۔ خوبصورت اور قابل۔ انگلش تو یوں بول رہی تھی جیسے یہیں پیدا ہوئی ہے۔ پرنسپل نے بھی اس کی تعریفوں کے خوب پل باندھے۔ رشتے دار بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے ذہن پر ارم کی تعریفیں چپک کر رہ گئی تھیں۔ وہ تو اسے معمولی [illegible] لڑکی سمجھ رہی تھی۔

سمیر نے کبھی نہیں بتایا، وہ تعلیم یافتہ بھی ہے۔ اس کی دوست نے بتایا تھا، وہ ایک اچھی [illegible] مشاہرے پر اچھے عہدے پر ہے اور انگلینڈ کی کسی فرم میں اچھے عہدے کا مطلب معمولی نہیں۔ مسز فاروقی سے بھی نپٹ لوں گی۔ انہوں نے اسے خصوصی ایوارڈ دیا تھا۔ وہ بھی جھکتی جلتی کلستی رہی۔ سمیر کو ناشتہ ملا نہ کھانا۔ بچن اس کے لیے بند "فرج لاکڈ۔"

"جاؤ، دوسری بیوی کے ہاتھ کا بنا ہوا ناشتہ کرو، اتنا تو وہ کر سکتی ہے۔"

پھر بھی وہ اسی وقت نہیں گیا۔ جب بھوک ناقابلِ برداشت ہو گئی پھر نکلا۔ جلتا بھنتا ارم کے گھر پہنچا۔ امید تو نہیں تھی کہ ارم ملے گی مگر بچوں کی چھٹی تھی۔ وہ موجود تھے۔ ارم کی طبیعت خراب تھی اس نے بھی چھٹی لے لی تھی۔ وہ بستر پر لیٹی رہی۔ امن نے ناشتہ بنا دیا۔

دوپہر کو کھانا پکا کر بھائیوں کو کھلا دیا پھر اپنا ماں کا کھانا لے آئی۔ ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا کہ دروازے پر زوردار گھنٹی ہوئی۔ امن گئی۔ بابا کو دیکھ کر اس کے چہرے پر گلاب کھل گئے۔ اب بابا ہمیں گفٹ دیں گے مگر وہ تو خالی ہاتھ تھے یا شاید ہمیں باہر لے جا کر ہماری پسند کے گفٹ لیں گے یا سیر کرانے لے جائیں گے۔ اس کے اسکول کے سب بچوں نے فون کر کے ماں باپ کے دیے ہوئے گفٹس کے بارے میں بتا کر امن کو بھی شوق میں مبتلا کر دیا تھا۔

اسکول سے آنے کے بعد ارم کی طبیعت بھی خاصی خراب ہو گئی۔ امن نے کہا تھا بابا سے کہوں گی امی کو کسی اچھے اسپیشلسٹ کے پاس لے جائیں۔

"آہا... بابا! آپ اچھے وقت پر آئے۔ کھانا امی کے بیڈ روم میں رکھ کر آئی ہوں، ان کی طبیعت خراب ہے۔ آفس سے چھٹی لی ہے۔ چلیں۔"

وہ بغیر کچھ کہے بیڈ روم میں جا پہنچا۔ سامنے کھانا رکھا تھا۔ بھوک بھی کیا ظالم چیز ہے، اسے نہ غصہ یاد آیا، نہ کوئی شکوہ [illegible] کھانا شروع [illegible] نے کے بعد [illegible] نال ہے۔ [illegible] ارم کی [illegible]

"میری طبیعت خراب [illegible] چھٹی لے [illegible]"

ارم نے تمہید شروع کی مگر سمیر نے سننے یا اسے بولنے کی اجازت نہ دی۔

"اچھا کیا چھٹی کر لی۔ مزید چھٹیاں بھی لے لو کیونکہ اسکول میں جو تعریفوں کے ہار پھول ملے ہیں، فی الحال ان ہی سے گزارا کر لینا اور اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔ مجھے بھول جاؤ۔ تم لوگوں کی وجہ سے میری زندگی عذاب بن گئی ہے۔ جس دن سے تم میری زندگی میں شامل ہوئی ہو، میرا سکون غارت ہو گیا ہے۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور ارم [illegible]

امن [illegible] سمیر [illegible] ہو گیا؟ امن کھانے کی ٹرالی لے کر باہر آ گئی۔ اس سے ماں کا فق چہرہ دیکھا نہیں گیا۔ اس نے کبھی بابا کی ایسی آواز نہیں سنی تھی۔

"میں جو کہہ رہا ہوں، کان کھول کر سنو۔ میں اب تم لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ میری زندگی چاہتی ہو تو یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اس فلیٹ کو فوراً چھوڑ دو۔ اب شاید ہی کبھی ملاقات ہو، اس لیے کہ میں تم سے الگ ہونا چاہتا ہوں۔ نہ تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں، نہ تم مجھ سے ملنے کی امید رکھنا۔ بس بہت ہو چکا۔"



وہ چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کر رہا تھا۔ ارم کو لگ رہا تھا، وہ اس کو پھانسی کی سزا سنا رہا ہے۔

"نغمہ پولیس کو اطلاع دے دے گی اور مجھے ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی کو رکھنے کے جرم میں جیل ہو جائے گی۔ سات سال کی جیل۔ نغمہ نے اسکول میں مجھے دیکھ لیا تھا اور سات سال جیل میں سڑنے سے بہتر ہے تم لوگوں سے چھٹکارا پا لوں۔ آئندہ میں نہیں آؤں گا۔ نہ خرچ کی امید رکھنا۔ تم سب جاؤ جہنم میں۔ تم لوگوں کی وجہ سے جیل میں سڑنا مجھے منظور نہیں [illegible] جلد میں تمہیں بھیج۔"

"نہیں [illegible] میں آ [illegible]"

"[illegible] آپ سے کچھ [illegible] لیں گے [illegible] خرچ [illegible] کا [illegible] جو کام [illegible] آپ [illegible]

[illegible] برسا برس جو [illegible] کرنے پر تیار نہ ہوئی وہ آپ اب نہ کریں۔ ان بچوں کا واسطہ۔ آپ کو اپنی ماں اور میرے باپ کی روحوں کا واسطہ۔ انہیں قبروں میں نہ تڑپائیں۔ ہم آپ سے دور چلے جائیں گے۔ کچھ نہیں لیں گے آپ سے، پلیز۔"

دل کو چیرنے والا لہجہ تھا۔ سمیر پر اثر تو ہوا مگر وہ ایک [illegible] انسان آرام طلب [illegible] انسان تھا۔ اسے بچوں سے [illegible] تھی [illegible] کسی قسم کی تکلیف نہیں [illegible] سکتا تھا۔

☆

سمیر کی خواہش پوری ہو گئی۔ ارم نے اس مرتبہ بھی چپ چاپ ہتھیار ڈال دیے تھے۔ آنٹی فاروقی کا اندازہ درست تھا۔ ارم کے نصیب میں پھر زنگ لگ گیا۔ امن سہمی ہوئی تھی۔ اسے ماں کی فکر بھی تھی۔ رات بھر وہ ماں کے ساتھ جاگتی رہی تھی اور اس نے کہا۔

"امی! آپ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائیں۔ یہ آفس والے کسی اناڑی ڈاکٹر کو لے آتے ہیں۔ آپ اپنا خیال نہیں رکھتیں۔"

اور اب سمیر کے دھم دھم جاتے قدموں کی آوازیں کسی خوفناک بم دھماکوں سے کم نہیں تھیں۔ اس نے ساری بات نہیں سنی تھی۔ وہ بھائیوں کو لے کر کمرے میں چلی گئی تھی لیکن اسے کسی خطرناک چویشن کا اندازہ ہو رہا تھا اور اب امی کا علاج۔ "کاش، میں اتنی بڑی ہوتی کہ... یا پھر میں ڈاکٹر ہوتی۔ میں خود امی کا علاج... اب میں ڈاکٹر بنوں گی، ضرور ان شاء اللہ۔"

سات سال اس نے باپ کی تصویر دیکھ دیکھ کر گزارے تھے۔ اس کے خیال میں اس کا باپ فرشتہ تھا پھر باقی آٹھ سال سے وہ انہیں ایک سائے کی طرح دیکھ رہی تھی۔ وہ [illegible] گیا۔ وہ سوچا کرتی۔ عام لوگوں کی سی ہماری زندگی کیوں نہیں ہے۔ سب بچے ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہمیں بابا کبھی کبھار ہی ملتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ کبھی تو گرج برس کر، کبھی سب سے پیار کر کے۔ ان کا مزاج ایسا کیوں ہے؟ اور آج تو... طوفان کی طرح یلغار کی اور نہ جانے کیا کہہ گئے کہ امی کے آنسو رک بھی نہیں رہے تھے۔

رات کو آنٹی فاروقی کے ساتھ کمرہ بند کر کے امی نے کون سی میٹنگ کی، پتا نہیں چلا۔ صبح وہ اسکول چلی گئی۔ اس کے بعد کئی دن تک عجیب ہلچل رہی۔ آنٹی فاروقی نے لندن کے مضافات میں ایک گیسٹ ہاؤس بنوایا تھا۔ ایک اسکول بھی ساتھ ہی چلا رہی تھیں۔ یہ کم حیثیت لوگوں کے لیے تھا۔ گیسٹ ہاؤس بھی اور اسکول بھی۔

نغمہ نے کارروائی کر کے فلیٹ خالی کروانے کے آرڈر بھجوائے تھے۔ اب ان لوگوں کو یہ فلیٹ خالی کرنا تھا اور مجبوراً دیہی علاقے کے اس گیسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں جا کر رہنا تھا کیونکہ ارم کی صحت ٹھیک نہ تھی اور وہ اس جاب کو جاری نہیں رکھ سکتی تھی۔ صورتِ حال خاصی پریشان کن تھی مگر ارم نے ہمت کی، امن نے تسلی دلاسے دیے۔ آنٹی کی مہربانی نے بہت سے مسئلے حل کیے۔ فرنیچر سب کرائے کا تھا۔

ایک ہفتے بعد وہ اپنے نئے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ علاقہ سرسبز تھا۔ مکان پرانا جس کے صرف ایک کمرے

میں انہیں گزارا کرنا تھا اور یہ بھی اللہ کا کرم تھا کہ آنٹی نے انہیں سر چھپانے کا آسرا تو دیا۔ یہاں فرنیچر نہ تھا۔ اب انہیں اسی کا عادی ہونا تھا۔

ارم تو سخت سے سخت حالات میں گزارا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ امن اسی کی بیٹی تھی۔ اس کو ان دنوں سخت حالات سے سابقہ پڑا پھر ایک دن ارم اسپتال گئی تو دو دن بعد ایک ننھے منے صحت مند بچے کے ساتھ آئی۔ سب نے اسے فیٹی کا خطاب دیا۔

امن پر بہت کام پڑ گیا۔ اس نے بھائیوں کو اسکول میں داخل کرایا اور گھر کے کام بھی کیے۔ بارے دو ماہ کے بعد ارم کو معقول جاب مل ہی گئی۔

عجیب بات تھی کہ ارم کے بچوں کی پیدائش پر ان کا باپ موجود نہ تھا اور اس بار وہ سمیر کو [illegible] بتانا چاہتی تھی تو اس نے موقع آنے نہ دیا۔ غصہ نفرت بیزاری کا اظہار کر کے چلا گیا۔

"میری زندگی بھی دھوپ چھاؤں جیسی ہے۔ دھوپ کی تمازت ناقابلِ برداشت۔ چھاؤں کی ٹھنڈک ناگوار۔ پھپھو جان بھی زندگی کو دھوپ چھاؤں کہا کرتی تھیں۔ دھوپ کی حرارت خوشگوار، چھاؤں کی ٹھنڈک سکون پرور مگر میری زندگی میں خوشگواری کا فقدان ہی رہا۔"

بچوں کی خاطر وہ خود کو سنبھال لیتی۔ جو بھی تھا سمیر کی کبھی کبھار کی آمد، کچھ رقم کا آسرا، بچوں پر پیار کی بوچھاڑ، اس کا مہربان سایہ غنیمت تھا۔ اب تو زندگی خالی گھر، بے چھت کے مکان جیسی تھی۔ جو بھی سہی، آنٹی فاروقی اس کے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئی تھیں۔ واقعی اللہ بڑا کارساز ہے۔

☼ ☼ ☼

امن ہر سال بہترین رزلٹ لاتی تھی۔ اس کی خواہش پر ارم نے اسے میڈیکل کالج میں داخلہ دلوا دیا اور یہ بھی چند مخیر پاکستانیوں کی مدد سے ممکن ہوا۔ اب اس نے گیسٹ ہاؤس میں کھانا پکانے کی ذمہ داری بھی لے لی۔

آفس سے آ کر ایک گھنٹہ آرام کرتی پھر کام سے لگ جاتی۔ اس نے قسم قسم کے کھانے بھی پکانے سیکھے۔ اب وہ یہاں کے سخت موسم کی بھی عادی ہو گئی تھی۔ کبھی دھند، کبھی بادل، کبھی بارش، کبھی برف باری۔ سو کی علاقے میں بارشیں بھی خوب ہوتیں۔

امن ماں کی صحت کے لیے ہر کوشش کرتی۔ اس [illegible] کالج یہاں سے دور تھا۔ اس نے ہاسٹل میں رہنا شروع کر دیا۔ ہفتہ اتوار وہ ماں کے پاس آتی۔ ہر طرح [illegible] آرام پہنچاتی۔

مسز فاروقی اب ضعیف ہو گئی تھیں مگر صحت اچھی تھی۔ زیادہ [illegible] میں رہتیں [illegible] آتیں تو [illegible] بیٹھ [illegible] گزارتیں۔ کئی دفعہ ارم نے چاہا ان سے پوچھے [illegible] بارے میں [illegible] لندن کے [illegible] علاقے میں [illegible] بھی [illegible] بھی بتایا ہو گا لیکن اس کی زبان اس بارے میں کھلتی نہ تھی۔

امن کو آنٹی سے بڑی ڈھارس ہوتی۔ وہ ہمیشہ امن کی کامیابی کی دعا کرتیں۔

☼ ☼ ☼

وہ دن ارم کی زندگی کا سب سے سنہری دن تھا۔ امن ڈاکٹر بن گئی تھی۔

اس دن وہ سب بے حد خوش [illegible] ہاؤس کے سارے لوگ ان کی خوشی [illegible] نے بڑا سا کیک بنایا۔ امن چائے بنا لائی۔ لاؤنج میں آرام کرسی پر آنٹی براجمان تھیں۔ صومالی آمنہ نے ڈفلی بجائی۔ مس ماریہ نے ڈانس کیا۔

سب سے دلچسپ آئٹم ڈیوڈ کا تھا۔ اس نے پھٹے ڈھول جیسی آواز میں گانا سنایا۔ ڈیوڈ ایک بوڑھا شپ مین تھا۔ دنیا بھر کے سمندروں میں سفر کر چکا تھا۔ اب برسوں سے مسز فاروقی کے گیسٹ ہاؤس میں مقیم تھا۔ پتا نہیں کہاں کا تھا۔ اس کا کوئی عزیز اس سے ملنے بھی نہیں آیا۔ وہ یہاں کا مستقل ممبر تھا اور اس کی ذات سے ارم کو خاصی تقویت تھی۔ بچوں کو پڑھا دیتا، کبھی



ارم کو کپڑے دھونے میں مدد دیتا۔ اسے سلائی بھی آتی تھی۔ ارم کے بچوں کے کپڑوں کو اکثر سی دیتا، بٹن ٹانکتا۔

بچے بھی اب بڑے ہو گئے تھے مگر وہ بچپن سے ہی ان کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اب بھی انہیں گھیر کر بیٹھ جاتا اور انہیں باہر کے گندے ماحول سے بچا لیتا۔ کیسے کیسے مہربان اور کیسے نامہربان زندگی میں آتے ہیں۔

ارم تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی پھر امن کو منگھم کے ایک چھوٹے سے ہاسپٹل میں جاب مل گئی۔ وہ [illegible] ہو گئی۔ ماں اور تینوں بھائی، انہیں چھوڑ کر جانا [illegible] مسز فاروقی نے ہی [illegible] الگ جائے [illegible] ماں کو اپنے پاس بلا لینا ورنہ [illegible] گے [illegible] ہے اور تم جیسی پیاری ڈاکٹر، تمہیں وہاں سے کوئی آنے نہ دے گا۔"

دنگرانی! آپ سے الگ ہو کر نہیں رہیں گی۔ آنٹی! آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ امی کہتی ہیں، جب ہم پریشانی میں [illegible] تے تھے آپ ہماری مدد کرتی تھیں۔ [illegible] آپ کی [illegible] ہے [illegible] کو ہماری ضرورت ہے۔ تو [illegible] سکتے ہیں [illegible]

[illegible] احسان [illegible] ہے مگر میں [illegible] اولڈ [illegible] اس پر احسان نہیں کیا [illegible] تھا کہ میں کسی کے کام آؤں۔ تو یہ مہربانی اللہ کی ہے۔ وہی میری مدد بھی کرے گا۔ تمہاری ماں [illegible] یک اور محبت کرنے والی ہے۔ اللہ اس کے دن بھی پھیرے گا۔ اللہ نے تم کو اس قابل کر دیا ہے تم ماں کو خوشیاں دو گی۔"

☼ ☼ ☼

برمنگھم۔ پُراسرار شہر، پرانی عمارتوں سے سجا، پرانے خیالات کے لوگوں کا شہر امن کو اچھا لگا۔ ڈاکٹر شعیب کا اسپتال بہت بڑا نہ تھا مگر ہر قسم کی جدید مشینری سے مزین، زیادہ تر پاکستانی ڈاکٹر تھے۔ اسٹاف بھی پاکستانی تھا۔ ڈاکٹر شعیب نے اس ہاسپٹل کا انتظام

چند سال پہلے ہی سنبھالا تھا۔ اس سے پہلے ان کے والد منتظم اور مالک تھے۔ ڈاکٹر شعیب بطور جونیئر ڈاکٹر کے کام کرتے تھے مگر اب وہی مالک تھے۔ کافی سخت طبیعت کے مالک تھے۔ کسی مریض کی شکایت پر ڈاکٹر یا اسٹاف کی بے عزتی کرنے میں تامل نہ کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ سب محنتی اور مخلص تھے۔ کچھ ڈاکٹر اسپتال کے احاطے میں بنے اپارٹمنٹ میں رہتے تھے۔ یہ سب فیملی والے تھے۔

یہاں کا ماحول خاصا پاکستانی تھا۔ کبھی کبھار سب مل کر جمع ہوتے۔ امن ان کی فیملیز کو حسرت سے دیکھا کرتی۔ کبھی خیال آتا۔ بابا سے ملے کتنا لمبا عرصہ ہو گیا۔ اب وہ کیا کرتے ہوں گے، بغیر بچوں کے ان کا دل کیا کرتا ہو گا، شاید ان کے بچے ہوں، ہماری تو یاد بھی نہیں آتی ہو گی اور مشہود کو تو انہوں نے دیکھا بھی نہیں۔ دیکھیں گے تو... مگر کب......؟

امی اتنی ہمت والی نہ ہوتیں، آنٹی مدد نہ کرتیں، ہم لندن کی گلیوں میں بھیک مانگا کرتے۔ یہاں تو بھیک مانگنے کے طریقے بھی جدا قسم کے ہیں یا شاید ہمیں بھی الاؤنس مل جاتا۔ جیسا کہ غریبوں کو ملتا ہے۔ بہت جلد اس نے ڈاکٹرز گروپ میں جگہ بنالی۔ اس کی محنت اور لگن نے سب کو متاثر کیا تھا۔ کسی مریض کو اس سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ کبھی تو وہ رات بھر مریض کے پاس بیٹھی رہتی۔ اس کے کام، ڈاکٹروں کی تعریف۔ ڈاکٹر شعیب کو اس کی طرف متوجہ کر چکی تھی۔ وہ بغور اس کو کام کرتا دیکھتے۔ ایک بار وہ ایک مریض کی جانب زیادہ ہی متوجہ تھی۔ رات کو بھی دیر تک دیکھ بھال کرتی رہی۔ ڈاکٹر شعیب نے اسے سمجھایا۔

"آپ ڈیوٹی کے علاوہ محنت نہ کیا کریں۔ صبح آپ ست ہوتی ہیں۔ اپنی صحت کا خیال رکھنا بھی ہمارا فرض ہے۔ تھکن انسان کو گھن کی طرح چاٹ لیتی ہے۔"

"دراصل..... وہ مریض بہت زیادہ بے چین تھا، اس لیے میں نے اس کے سونے کا انتظار کیا۔"

اس نے صفائی پیش کی مگر ڈاکٹر نے رات والی ڈاکٹر کو

بلا کر پوچھا۔
"آپ نے رات ایک سو دس کو اٹینڈ کیوں نہ کیا۔ مس امن یہاں کیوں موجود تھیں؟"
"سر! میں نے کہا، آپ فکر نہ کریں، میں دیکھ لوں گی مگر یہ خود ہی......"
"سر! یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ چونکہ دن کو میں نے اٹینڈ کیا تھا، اس لیے رات کو بھی بیٹھی رہی۔ بے چارا اکیلا ہے۔ کوئی اس سے ملنے بھی نہیں آتا۔"
اس نے ڈاکٹر کو صفائی دی کہ کہیں وہ ڈاکٹر راشدہ (رات والی ڈاکٹر) کی خبر نہ لے ڈالیں۔
"بہرحال ڈیوٹی کے وقت جتنا چاہیں مریض کا خیال رکھیں۔ غیر ضروری محنت کرکے توانائی ضائع نہ کریں۔ ضرورت پڑنے پر آپ کو بلایا جا سکتا ہے۔ جس کی ڈیوٹی ہے، وہ ذمہ دار ہے۔"
"اف...... میں تو ڈر گئی تھی کہ آئی شامت۔" راشدہ نے سکھ کا سانس لے کر کہا۔ "یہ کسی قسم کی بے قاعدگی قبول نہیں کرتے۔"

☼ ☼ ☼

ایک سال بعد امن، ارم کو ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئی۔ دراصل مسز فاروقی کو ان کی بیٹی اپنی ساتھ کینیڈا لے گئی۔ ڈیوڈ ایک رات سویا تو سویا ہی رہا۔ گیسٹ ہاؤس کا انتظام اب مسز فاروقی کے کزن کے ہاتھ میں تھا۔ ارم کو انہوں نے ازراہ مہربانی دو کمرے دے دیے تھے مگر اب ارم سے کام نہ ہوتا تھا۔ کھانا پکانا چھوڑ دیا۔ جاب بھی بمشکل چل رہی تھی۔ امن نے بروقت آکر اپنا فیصلہ سنایا اور سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔
ارم خوش تھی۔ اس کی بیٹی اس قابل ہو گئی تھی کہ فیملی کے اخراجات پورے کرے۔ بہ [illegible] آکر ارم کو بہت اطمینان ہوا۔ لڑکوں کی تعلیم کا سلسلہ پھر سے جڑ گیا۔ اشیر اور سفیر تو یونیورسٹی پہنچ گئے تھے۔ مشہود اسکول میں تھا۔ امن بھائیوں کو خود سے لمبا دیکھ کر بہت ہنسی۔ ایک سال میں دونوں نے خوب قد نکالے تھے۔

اب ارم کو امن کے رشتے کی بھی فکر تھی۔ لندن میں ایک بار زینب آپا کے بیٹے مل گئے۔ وہ تو نہ پہچانتی، بچپن میں دیکھا تھا۔ لڑکے اسے پہچان کر آگے آئے۔ بڑا شادی شدہ تھا۔ چھوٹے کی تعلیم مکمل ہو گئی تھی۔ وہ پاکستان میں جاب کرنا چاہتا تھا۔ زینب آپا مستقل پاکستان چلی گئی تھیں۔
اختر نے کلینک بنا لیا تھا۔ وہ خود ڈاکٹر تھے۔ دو بیٹے بھی ڈاکٹر تھے مگر چھوٹا کسی بڑے اسپتال میں کام کرنا چاہتا تھا۔ لندن اسپیشلائز کے لیے آیا تھا۔ انہوں نے زینب آپا کا فون نمبر دے دیا تھا۔ ارم نے انہیں بتایا [illegible] لندن شاپنگ کے لیے آئی [illegible] وہ لوگ بھی جلدی میں [illegible] اپنا نمبر [illegible] کر رخصت [illegible]
[illegible] امن کے پاس [illegible] نے [illegible] فون کر [illegible]
امن کے ڈاکٹر بن جانے کی انہیں بہت خوشی ہوئی۔
ارم امن سے پوچھتی۔
"امن! تم کسی کو پسند کرتی ہو؟ مجھے بتا دو یا کوئی تمہیں پسند کرتا ہو تو۔ میں تمہاری شادی اب جلدی کرنا چاہتی ہوں۔"
امن کا بار بار جی چاہا، وہ ڈاکٹر شعیب کا نام لے لے مگر ادھر کا حال تو معلوم نہ تھا۔ ڈاکٹر شعیب کم عمر نہ تھے۔ ممکن ہے ان کو کوئی اور پسند ہو یا [illegible] وغیرہ ہو چکی ہو۔ یکطرفہ پسند تو فضول چیز [illegible]
وہ بھائی [illegible] کو [illegible]
تعارف کرایا تو [illegible] مسکرائے مگر ارم سے ملنے کا اشتیاق ظاہر نہ کیا جبکہ امن نے کہا بھی۔
"آئیے امی کے ہاتھ کی مزیدار چائے پلواؤں۔"
مگر انہوں نے دلچسپی ظاہر نہ کی۔ وہ کچھ مایوس ہو گئی۔ اس کے باوجود جب بھی مستقبل کے بارے میں سوچتی۔ ڈاکٹر شعیب تصور میں جگمگاتے۔ کیا یہ محبت ہے؟ وہ سوچتی، اس کا دل ان کی طرف کھنچتا تھا۔ اس کی محبت کا اثر ڈاکٹر پر کیوں نہیں ہوتا؟

☼ ☼ ☼



اس روز ارم کی طبیعت کافی خراب تھی۔ فلو بگڑ گیا تھا۔ امن نے اسپتال سے چھٹی کرلی۔ ڈاکٹر ناہید کو اپنی جگہ ڈیوٹی دینے کا کہہ دیا تھا۔ اگلے دن ڈاکٹر صاحب نے اس سے جواب طلبی کی۔
"سر! میری امی کی طبیعت بہت خراب تھی، ڈاکٹر ناہید نے میری جگہ ڈیوٹی دی تھی۔"
"مس امن! یہ اسپتال ہے۔ یہاں کے کچھ قوانین اور ضابطے ہیں۔ شاید آپ نے غور سے پڑھا نہیں۔ یہاں بہت سے مریض آپ کی توجہ کے منتظر رہتے ہیں۔ آپ کو احساس ہے؟ آپ نے ضابطے کے خلاف کام کیا ہے۔ [illegible] اپنی امی کے پاس [illegible] ناہید کو بھیج دیتیں یا میڈیکل دے کر [illegible] کے دوران [illegible] ضابطگی پسند [illegible] جو آپ کی ذمہ داری ہے وہ صرف آپ کو پوری کرنی ہے۔ کسی اور کو نہیں۔"
ان کا لہجہ سخت اور کھردرا تھا۔ امن کے دل پر چوٹ لگی۔
[illegible] میری سر [illegible]۔ میری امی نے بے حد کڑے حالات میں ہماری پرورش کی ہے۔ میں ان کو بیماری میں تنہا نہیں چھوڑ سکتی [illegible] عظیم ماں ہیں اور میری ماں [illegible] ذمہ [illegible] ڈاکٹر ناہید کی [illegible]
"[illegible] کہانی سننے کا ٹائم نہیں ہے اور یہ جذباتی [illegible] اگر آپ کو اپنی ماں عزیز ہیں تو آپ انہیں [illegible] ہیں۔ میں کسی ماں کی خاطر اسپتال کے قاعدے قانون کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جائیے اور کام میں دل لگائیے جس کی آپ تنخواہ لیتی ہیں۔"
کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ امن سکتے کے عالم میں دم بخود کھڑی رہ گئی۔ انہوں نے یہ کیا کہہ دیا۔ "کسی ماں۔" انہیں ماں کی ممتا، ماں کی عظمت کا احساس نہیں۔ کیا یہ بغیر ماں کے دنیا میں آ گئے تھے۔
ڈاکٹر ناہید نے اس کی کمر تھپکی۔
"چلو، سنا نہیں تم نے۔ تمہارے لیے یہ نئی بات ہے، میرے لیے نہیں۔ وہ اتنے ہی سخت ہیں، اصول کے پابند۔"
"اصول الگ ہیں مگر ماں کے لیے یہ الفاظ مجھے پسند نہیں آئے۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے، جاب چھوڑ دینے کا اشارہ کیا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔"
"فکر نہ کرو، کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے الفاظ بھول گئے ہوں گے۔"
"مگر میں نہیں بھول سکتی۔" امن نے تلخی سے کہا۔
"دنیا میں انسان کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ بھلانا پڑتا ہے۔ اگر ذرا سی بات جان کے ساتھ لگائے رکھیں تو زندگی مشکل ہو جائے۔ تم بھی بھول جاؤ۔"
"میں نے بھی بہت کچھ برداشت کیا ہے لیکن میں کچھ بھولی نہیں۔ مجبور ہوں میں۔"
"اوہ...... تم نے شاید ڈاکٹر شعیب سے کچھ توقعات وابستہ کرلی تھیں، اس لیے زیادہ بری لگی ان کی بات ورنہ وہ ہر کسی کی انسلٹ کر دیتے ہیں اور سب خاموش رہتے ہیں۔ سب کو ان کی عادت کا علم ہے۔" ناہید نے سمجھایا، امن ہونٹ دبا کر رہ گئی۔
لیکن اس شام جب وہ گھر پہنچی، اشیر اور سفیر نے بتایا۔ "ڈاکٹر شعیب آئے تھے، امی کا معائنہ کیا اور دوائیں بھی بھجوا دیں۔"
وہ حیرت سے ارم کو دیکھنے لگی۔
ارم ہنس دی۔ "ہاں بیٹا! ڈاکٹر صاحب خود آئے تھے۔ تفصیلی معائنہ کیا انہوں نے۔ دوائیں بھی بھجوائیں اور کہہ رہے تھے آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ بس میں خوش رہوں۔ ارے، بہت اچھے ڈاکٹر ہیں۔"
امن حیران تو تھی مگر امی کو کوئی بیماری نہیں، یہ سن کر بے حد خوش ہوئی اور وہ جو کہتی تھی کہ وہ کچھ بھولتی نہیں، اس ایک واقعہ نے اسے ان کا لہجہ، آواز، الفاظ سب کچھ بھلا دیا۔ صرف یہ یاد رہا، وہ گھر آئے، امی کو دیکھا اور اگلے دن بہت لجاجت سے ان کا شکریہ ادا کرنا

چاہا تو وہ خشک لہجہ برقرار تھا۔
"پلیز کام کریں، میرے پاس فضول باتوں کے لیے ٹائم نہیں ہے۔" وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔
شام کو وہ گھر جا رہی تھی تو ڈاکٹر شعیب اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور بہت مسکرا کر بولے۔
"مس امن! آپ کی ممی بہت نائس خاتون ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ آپ کی مدر ہیں۔" وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔
"آپ کی ممی تو کمال کی عورت ہیں۔" انہوں نے پھر کہا۔
"ڈاکٹر صاحب! ساری مائیں عظیم ہوتی ہیں۔ ساری مائیں قربانیاں دیتی ہیں اور بچوں [illegible] ہیں۔"
"میرا تجربہ کچھ اور ہے لیکن آپ کی مدر سے مل کر واقعی احساس ہوا۔ ماں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ میرے تجربے میں اضافہ ہوا ہے۔ شاید ان کی تربیت کسی بہترین دماغ نے کی ہے۔"
"میرے نانا نے سر!"
"اوہ... تب ہی۔ مرد کی تربیت زیادہ ٹھوس اور مکمل ہوتی ہے۔"
"سر! آپ نے ابھی کہا۔ آپ کا تجربہ کچھ اور ہے۔ میں پوچھنا..."
امن کی بات انہوں نے سنی نہیں۔ ان کی توجہ کسی اور جانب تھی۔
پھر وہ "ہوتا ہے، ہاں، ایسا ہوتا ہے" کہہ کر چونکے۔
"آپ ابھی کچھ کہہ رہی تھیں۔"
"جی! آپ کے پیرنٹس آپ کے ساتھ نہیں رہتے۔" اس نے ٹال دیا۔ شاید وہ جواب دینا نہ چاہتے ہوں۔
"اں ہاں، میرے والد کینیڈا میں رہتے ہیں، اپنی فیملی کے ساتھ۔ ان کی چار لڑکیاں ہیں اور ایک عدد بیوی۔"
"اوہ... آپ کی چار بہنیں ہیں؟ اور آپ کی ممی آپ سے ملنے نہیں آتیں؟"
"نہیں کیونکہ میں ان سے ملنا نہیں چاہتا۔ یعنی اس عورت سے جو خود کو میری ماں کہتی ہے۔" ان کا لہجہ کچھ بھڑک گیا۔ "اور میرے والد کی بیوی میری ماں نہیں۔ ان چار لڑکیوں کی ماں ہیں جو ان کے ساتھ رہتی ہیں۔"
انہوں نے خود کو بروقت سنبھالا۔ امن تو ڈر گئی تھی کہ ابھی وہ کچھ کہہ کر اس کی بے عزتی نہ کر دیں۔
"آ... آپ... ان سے ملتے ہیں؟"
"ہاں، جب کینیڈا جاتا ہوں، مل لیتا ہوں۔ ظاہر ہے میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ انہیں مجھ سے کچھ [illegible] کو پورا [illegible]" عجیب انداز [illegible] بول رہے تھے۔ [illegible] ڈر رہی [illegible]
"اور [illegible]؟"
"[illegible] ان [illegible] فیملی کے ساتھ۔ مجھے چھ ماہ [illegible] چھوڑ [illegible] اپنی پسند کی شادی کرنے میں [illegible] انہیں کبھی دیکھا نہیں۔ وہ ملنا چاہتی ہیں، میں نہیں چاہتا۔ پہچانتا بھی نہیں۔ شاید کبھی دیکھا بھی ہو۔"
امن انہیں حیرانی سے تکتی رہی۔ "پھر... پھر آپ کہاں رہے... والد کے ساتھ؟"
"نہیں۔" وہ آسمان پر نظریں جمائے بیٹھے تھے جو بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ "والد [illegible] مجھے اپنی [illegible] کے پاس چھوڑ دیا۔ خود شادی کر [illegible] نے مجھے [illegible] کے حوالے [illegible] پتا [illegible] مجھے وہاں [illegible] ایک بڑی رقم چندے کے نام سے دے کر وہ مجھے اپنے ساتھ انگلینڈ لے آئے۔ پڑھایا لکھایا، آدمی بنایا۔ ان کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔ وہ سخت گیر بھی تھے۔ شاید انہی کا اثر مجھ میں آیا ہے۔ پھر وہ مر گئے اور اپنا یہ ہاسپٹل میرے نام کر گئے۔"
"پھر۔" وہ ان کی کہانی میں محو ہوتی جا رہی تھی۔ افسانوی سا پلاٹ۔
"آپ اپنے والد سے کیسے ملے؟ آپ نے پوچھا انہیں یا انہوں نے۔"
"انہوں نے مجھے تلاش کر لیا، ان کو میری ضرورت تھی۔ ایک جوان کی۔"



"تو... پھر... آپ صرف والدہ سے کیوں خفا ہیں جبکہ وہ آپ سے ملنا بھی چاہتی ہیں۔ انہوں نے تو کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ ہو سکتا ہے آپ کے والد کا قصور زیادہ ہو۔ آپ کو بہن کو دے دینے میں بھی انہی کی غلطی ہے اور آپ نے والد کی ہر غلطی معاف کر دی۔ ماں سے بھی پوچھا ہوتا۔ کوئی عورت خوشی سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ عورت جو ماں بھی ہو اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ آپ کو آپ کے والد کہیں پھینک جائیں گے تو مجھے یقین ہے وہ آپ سے دستبردار نہ ہوتیں۔"
وہ [illegible] اٹھے اور [illegible] چل پڑے [illegible] آمد [illegible] تھے [illegible] کہنا چاہتی تھی۔ آپ نے ایک طرف [illegible] فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی پسند کی شادی کرنے چلی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ غلط ہو۔
مگر ڈاکٹر شعیب مرد تھے، مرد کی سائیڈ لے سکتے تھے۔

☼ ☼

"میں خود کو بہت کمزور، مظلوم [illegible] تھی، باپ کے [illegible] محبت [illegible] کی محبت [illegible] والی [illegible] چھوڑ کر چلی [illegible] پھر میں [illegible] چھوٹے چھوٹے گھر [illegible] ہوتی یا کسی دارالامان میں خیرات پر پل رہی ہوتی۔ ماں باپ دونوں ضروری ہوتے ہیں۔" ڈاکٹر شعیب کا بچپن کیسا گزرا ہوگا؟ یقیناً اذیت ناک تو ان کے احساسات تو ایسے ہی ہوں گے لیکن وہ صرف ماں کو ہی مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ کیا باپ بے قصور ہے؟ اسے تو ہر جگہ مرد قصور وار نظر آتا تھا مگر وہ مرد ہیں۔ اپنی جنس کی سائیڈ لیں گے۔ انہوں نے ماں سے وجہ معلوم نہیں کی۔ اس میں بھی باپ کا قصور نکلا۔ ماں سے ملنا ہی نہیں چاہتے اور باپ... جب بیٹا پل کر جوان ہو گیا تو تلاش کر لیا اور کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ اتنے دن بیٹے کی یاد نہ آئی۔ جب مطلب پڑا، گھگھیاتے ہوئے آ گئے اور بیٹے نے بھی قبول کر لیا۔ کیوں نہیں سوال کیا؟ اگر ماں نے شادی کر لی تھی تو باپ نے بھی دیر نہیں کی۔ بیٹے کی زنجیر کاٹ پھینکی پھر بہن سے پوچھا تک نہیں کہ میرا بیٹا کہاں ہے؟ جب مفت میں پڑھ لکھ کر قابل ہو گیا تو یادداشت واپس آ گئی۔ میرے والد بزرگوار کا رویہ بھی کچھ اسی قسم کا رہا مگر کبھی کبھار مل بھی لیتے تھے۔ شاید تمام مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ صرف اپنی ذات کے لیے زندہ رہنے والے۔"
وہ سوچ میں گم آرام سے چلتی ہوئی گھر کی طرف آ رہی تھی۔ بادل گھرے ہوئے تھے۔ ہوا چلی تو ہلکی ہلکی بوندیں بھی ٹپکنے لگیں۔ [illegible] کوٹ کا کالر گردن تک اٹھا کر تیز قدموں سے چلنے لگی۔ حیرت کا ایک اور جھٹکا۔ ڈاکٹر شعیب اپنی کار سے ٹیک لگائے شاید اسی کے منتظر تھے۔ اسے دیکھ کر سیدھے ہوئے۔
"خیریت سر!" اس کے منہ سے نکلا۔
"ہاں، خیریت ہے۔ دراصل میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ڈر رہا ہوں تم برا نہ مان جاؤ۔"
"کیسے سر! میں برا کیوں مانوں گی؟" وہ خاصی پریشان ہو گئی۔
"اس لیے کہ... تمہاری اور میری عمر میں خاصا گیپ ہے۔ میں خود یہ بات منہ سے نکالتے ہوئے شرما رہا ہوں۔ امن! تم اچھی لڑکی ہو، ہمدرد، مخلص اور ذہین۔ اپنی رائے دینے میں نڈر بھی ہو۔ مجھے باصلاحیت لڑکیاں پسند ہیں مگر بدقسمتی سے ابھی تک کوئی ملی نہیں۔ تم نے... ماں کے بارے میں میرے خیالات بدلنے کی کوشش کی۔ مجھے اچھی لگی۔ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"
سوال تھا کہ دھماکا۔ اسے لگا، دماغ کے پرخچے اڑ گئے، سماعت بے جان، جسم چٹان بن گیا۔
"سوچ کر جواب دینا، دو دن بعد پھر پوچھوں گا۔"
کہا اور گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ بارش تیز ہو گئی ہے۔ سرد ہوا چہرے سے

ٹکرائی تو ہوش میں آ کر بھاگتے ہوئے اپارٹمنٹ کے احاطے میں داخل ہوئی۔

تو آخر کار اس کی خاموش محبت کا ان پر کچھ اثر ہو ہی گیا۔ انہوں نے تم کو پسند کر لیا' اظہار بھی کر دیا اور تم خود بھی چاہتی تھیں۔ ان کا لہجہ بھی نرم اور آواز دھیمی سی تھی جیسے ہوا سے بھی پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں۔ نہ میں نہ آپ۔ ارے واہ' اب ان سے کیسے کہوں میری امی سے بات کر لیں' جواب مانگیں اور یقین کریں۔ آپ مایوس نہیں ہوں گے۔

خوشی' احساس فتح' احساس تفاخر۔ وہ جھومتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ گھر میں غیر معمولی ہلچل نظر آئی۔ لاؤنج میں [illegible] گیا۔ کوٹ ٹانگ کر چلی [illegible] جم گئی۔ یقین' بے یقینی کئی سال گزر گئے [illegible] ایسا بھی نہ تھا کہ وہ اس چہرے کو بھول جاتی۔

سمیر نے کھڑے ہو کر اسے گلے لگا لیا۔ اس کے منہ سے تو سلام کا لفظ بھی ادا نہ ہوا تھا اور ان کی گرمجوشی [illegible] انتہا۔ وہ اسے لپٹائے ہوئے اس کے [illegible] چوم رہا تھا۔ یہ سمیر۔ چار بچوں کا باپ۔ جسے پوچھنے کی خبر نہیں آ کر ملی ہو گی۔ بے خبر' بے حس' خود غرض۔ وہ اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔ ڈاکٹر شعیب اور اس کے حالات زندگی کس قدر [illegible]

وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ کر لباس تبدیل کرنے لگی۔ اس کا ذہن سپاٹ تھا۔ دل کسی بھی جذبے سے خالی۔ ہاتھ پیر سست' بے جان۔ اب یہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟۔ ہماری پرسکون زندگی کو ڈسٹرب کرنے۔ آس دلا کر بے آسرا کرنے۔ حسب عادت' حسب معمول اور اشیر' سفیر کو دیکھو۔ کس قدر مسرور' شاداں۔ مشہود تو ان کے کرتوتوں سے واقف نہیں مگر یہ بڑے' انہیں امی نے کس چیز سے محروم رکھا ہے۔ جو یہ باپ کی آمد پر اس قدر خوش ہیں اور جب اسے وجہ معلوم ہوئی اس کا پارہ چڑھ گیا۔

"امی! یہ کون ہوتے ہیں میرے بارے میں فیصلہ کرنے والے؟"

"یہ تمہارے باپ ہیں' انہیں پورا حق ہے تمہاری زندگی کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا۔" ارم نے مضبوط لہجے میں کہا۔

یہ میری ماں ہے' مظلوم۔ یہ کس مٹی کی بنی ہے۔ خوش فہم' ناداں۔

"میں تو انہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ یہ ہماری گھر کے کسی بھی معاملے میں رائے بھی دیں۔ ان کو حق ہی نہیں۔ یہ میری زندگی کا فیصلہ کریں گے؟ یہ کیا خدا بن گئے ہیں؟ میری زندگی میں ان کا کیا دخل ہے؟ بتایئے۔ جب میں پیدا ہوئی' جب میں نے پہلا قدم اٹھایا' جب میں نے امی' بابا کہنا شروع کیا یہ کہاں [illegible]؟ اشیر' سفیر پیدا ہوئے' تب [illegible]؟ [illegible] بابا [illegible] مشہود دنیا میں آیا' اس وقت باپ کا کوئی وجود تھا؟ ہم نے یتیموں جیسی زندگی گزاری۔ ہم امی! آپ کے سوا نہ کسی کو جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں' نہ سمجھتے ہیں۔ اب پلیز ان سے [illegible] چلے جائیں اپنے اسی شیش محل میں جس [illegible] رکھی ہے۔ اسی دولت مند بیگم کے [illegible] جس کے حکم سے بلکہ جس کے اشارے پر یہ [illegible] بے یار و مددگار دامن چھڑا کر بھاگ گئے۔ ہمیں اب ان کی ضرورت نہیں۔"

وہ بے حد مشتعل تھی۔ ارم سے تو کچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ سمیر بھی ہکا بکا تھا۔

"میری بیٹی۔ ارم۔۔۔ تم درست کہہ رہی ہو۔" آخر سمیر نے حلق تر کر کے کچھ کہنا چاہا مگر اس پر تو جنون سوار تھا۔

"کون بیٹی۔ کس کی بیٹی۔۔۔؟ میں کم از کم ایک خود غرض خود پرست شخص کی بیٹی کہلانا پسند نہیں کروں گی اور اب میں نا صرف اپنی زندگی بلکہ اپنے بھائیوں کی زندگی کے فیصلے خود کرنے کی اہل ہوں۔ مجھے کسی سے مشورہ لینا ہے نہ رائے۔ سوائے امی کے۔ جو ہم پر اپنا حق رکھتی ہیں' پیدا کرنے' پالنے اور ہمیں انسان بنانے کا۔ ان کا فیصلہ مجھے قبول ہو گا۔"

"تو سن لو' میرا فیصلہ وہی ہو گا جو میرے شوہر کا۔"

دبنگ لہجے میں بولی۔

امن پریشان ہوگئی۔ "مجھے آپ کے شوہر سے نفرت ہے امی!"

"تم بھول رہی ہو امن۔!" ارم اسے یاد دلانے لگی۔ "تم اپنے باپ سے بہت محبت کرتی ہو، بچپن میں تم ان کی تصویر سے محبت کرتی تھیں ان کی آمد کے دن گنا کرتی تھیں۔ سوالات کر کر کے میری جان مصیبت میں ڈال دیتی تھیں۔"

"میں اس وقت بچی تھی، نادان۔ محبت مجھے آپ کے شوق دلانے پر تصویر سے ہوئی تھی۔ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا۔ جب کوئی تعلق نہ ہو [illegible] بے دار ہوگا؟ یہ خیالی تعلق محبت نہیں دیتا۔" [illegible] کچھ اثر نہ تھا۔

"تم جو کچھ کہہ رہی ہو سب درست ہے مگر کیا تم میرے رشتے سے انکار کر سکتی ہو؟" سمیر رنجیدہ تھا۔ آواز ست تھی، سوال نکلا۔

"بالکل کر سکتی ہوں، کر بھی سکتی ہوں۔" وہ مضبوطی سے کھڑی تھی اپنے قدموں پر۔ "میرے پاس بنیادی وجوہات موجود ہیں۔ میں اس نفرت کی بھی بے شمار وجوہات بیان کر سکتی ہوں۔ اگر آپ سننا چاہیں؟"

"ہاں، کہو۔ میں سنوں گا۔ شاید میرے پاس کوئی جواب ہو۔"

"مجھے اب کوئی جواب نہیں لینا۔" وہ ضدی لہجے میں چڑ کر بولی تھی۔ اسے اس شخص کی آواز پسند آرہی تھی نہ شکل۔

"میں صرف ماں سے واقف ہوں۔" آخر اس نے بولنا شروع کیا۔ "کیونکہ میں نے صرف ان ہی کو دیکھا تھا۔ امی نے مجھے ایک تصویر دے کر بتایا یہ تمہارے بابا ہیں۔ بہت دور چلے گئے ہیں۔ تمہارے لیے اچھی اچھی چیزیں لائیں گے۔ میں آپ کا انتظار کرنے لگی۔ بچی تھی، کچھ جانتی نہ تھی مگر بہت بعد میں، بڑی ہونے کے بعد مجھے رفتہ رفتہ احساس ہوا۔ باپ تو کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے ماں ہے۔ امی نے تو ہمیں آپ سے محبت کا درس دیا مگر وہ جانتی نہ تھیں، میں نے اس نفی محبت سے بچپن ہی میں جان چھڑالی تھی۔ ہاں دکھاوا کرتی رہی کہ یہ میری امی کی خواہش تھی ہم باپ سے محبت کریں۔ باپ کی ہستی کو اہم جانیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں، جب میں آپ کی پھپھو کے گھر امی کو کام کرتے دیکھتی، جب میں آپ کی پھپھو کو امی پر حکم چلاتے دیکھتی، امی کو چھپ چھپ کے آنسو بہاتے دیکھتی تو اس وقت بھی مجھے خیال آتا۔ امی کو کیوں باتیں سننی پڑتی ہیں۔ وہ نوکروں کی طرح دن بھر تو لگی رہتی ہیں۔

جب امی پڑھنے جاتیں، واپس آتیں، تب تک میں [illegible] کی پھپھو [illegible] سنا کر [illegible] تو امی ان [illegible] گند [illegible] صاف کر [illegible]، انہیں [illegible] صاف بستر [illegible] لٹا دو [illegible] بھی امی کو گالیاں [illegible] اور [illegible] سے [illegible] شخص [illegible] جوان [illegible] بوجھ لاد کر چلا گیا تھا۔ ان کی زبان سے اپنے ماں باپ کو گالیاں کو سنتے سن کر مجھے غصہ آتا۔

امی مجھے سمجھاتیں کہ بوڑھی بیمار اور کمزور ہیں۔ برداشت نہیں ہے مگر ہمارا فرض ہے ان کی خدمت کریں، ان کے بہت احسانات ہیں ہم پر اور وہ ہماری بزرگ ہیں، اکیلی ہیں، اس لیے بھی ہم ان کی خدمت نہیں کریں گے تو غیر تو آنے سے [illegible] حالانکہ ان کی بیٹی زینب پھوپھی تھیں۔ ان کی [illegible] سب نے امی کو کتنے [illegible] تھا۔ [illegible] کو ان کی اس طرح خدمت [illegible] وہ لوگ مہمان۔ کیوں، آخر کیوں؟ پھر بہت بعد میں مجھے خیال آیا۔ اتنی خدمت اور محنت کا صلہ کیا امی کو ایک جوڑا نئے کپڑے کا بھی نہیں مل سکتا تھا۔

آپ کی پھپھو اپنے دل سے اترے ہوئے بدرنگ کپڑے امی کو بخش دیتیں جس طرح کسی نوکر کو دیتے ہیں۔ امی ان کو اپنے قابل کاٹ چھانٹ کرتیں یا اس میں سے میری فراک بلکہ فراکیں سی لیتیں۔ میں نے تو کبھی امی کو کوئی نیا کپڑا پہنے نہیں دیکھا۔ میں نے کبھی نئی فراک نہیں پہنی۔ میں نہیں جانتی کھلونوں سے کس طرح کھیلا جاتا ہے۔ میرے پاس کبھی کوئی کھلونا



نہ ہوتا۔ صرف ایک بار زینب پھپھو ایک گڑیا لائی تھیں جسے میں نے بہت احتیاط سے رکھا۔ رات کو اپنے ساتھ لٹاتی۔ بس یہی آتا تھا مجھے۔"

امن کا گلا رندھ گیا تھا۔ ارم کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"پھر۔ پھر آپ آئے۔ اگر آپ کی پھپھو دس سال اور زندہ رہتیں، آپ دس سال تک ہماری خبر نہ لیتے خواہ امی مرجاتیں اور میں۔ پھر آپ ہمیں یہاں لائے۔ لندن میں، مجھے آپ سے پھر محبت ہونے لگی لیکن جب آپ [illegible] قسطوں میں ملتے، میں مایوس ہو جاتی۔ [illegible] کے بچوں کے [illegible] بچوں کو [illegible] کر [illegible] میرا باپ کہاں [illegible] ہے، کیا بھی [illegible] مجھے اسکول لینے [illegible] اور [illegible] آپ [illegible] موجود تھے۔ [illegible] امی موت کی سرحد پار کر کے آئی تھیں۔ آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ امی نے بھی آپ سے شکایت نہیں کی پھر ان دونوں کی موجودگی میں آپ نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کیا۔ میں روتی تو امی مجھے بہلا لیتیں۔

اس ایک بار آپ [illegible] میں بچی خوشی کی شکل دکھائی۔ [illegible] ہمارے اسکول [illegible] میں آپ شریک ہوئے [illegible] خوشی [illegible] جب [illegible] نے امی کی [illegible] دونوں [illegible] درمیان آپ سے [illegible] کیا۔

اس روز گھر آ کر امی کی طبیعت بہت خراب ہوئی۔ ساری رات ہم جاگتے رہے۔ میں نے سوچا، آپ آئیں گے تو کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس امی کو لے جائیں گے۔ آپ آئے تو ہماری دنیا اندھیر کرنے۔ ہم سے لاتعلقی کا اعلان کرنے۔ آپ کو امی کی حالت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ ہم پھر بے سہارا ہو گئے پھر آنٹی فرشتہ رحمت بن کر ہمیں لے گئیں۔ دیہی علاقے میں ان کا گیسٹ ہاؤس تھا۔ ایک کمرے میں ہم نے بہت سخت وقت گزارا۔ امی کی جاب نہ تھی۔ ہم معمولی اسکول میں پڑھنے لگے۔ امی کام نہیں کر سکتی تھیں۔ کبھی کبھی ہمارے پاس کھانے کے لیے سوکھے توس کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

پھر مشہود آگیا۔ ہم اس کھلونے سے بہل گئے۔ امی نے گیسٹ ہاؤس میں کھانا پکانا شروع کیا۔ صبح کی جاب شروع کی۔ تب ہم پیٹ بھر کھانا کھانے لگے۔ تب مجھے آپ سے شدید نفرت ہوئی اور میں نے سچ لیا۔ بس اب ختم۔ ہر رشتہ، ہر تعلق۔ کس کس طرح آپ کی وجہ سے ہم ذلیل رسوا ہوئے۔ آنٹی فاروقی نہ ہوتیں تو ہم کہاں جاتے اور یاد کریں جب آپ مجھے اپنے شاندار محل میں لے جاتے تھے۔ میں وہاں کے ساز و سامان کا مقابلہ اپنے فلیٹ سے کرتی تو مجھے بہت شرم آتی۔ گھسا ہوا فرنیچر، رنگ اڑے پردے۔ ہر چیز گھٹیا اور۔ آپ اپنے محل میں کس طرح عیش کرتے۔ آپ نے کبھی بھی ہمیں اہمیت نہیں دی۔ ہمارے لیے کچھ سوچا ہی نہیں تو کرتے کیا؟ اور اب آپ پھر آگئے ہیں ہم پر حق جتانے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں میں نے میڈیکل کی مہنگی ترین تعلیم کیسے مکمل کی؟ نہیں، آپ کیسے بتائیں گے۔ آپ سے تو ہمارا تعلق ختم ہو چکا تھا، خود آپ نے کیا تھا۔ ہم آپ کے کچھ نہیں تھے۔

برسوں ہم نے صرف خود پر انحصار کیا۔ میری ماں کی محنت مشقت کوشش۔ جدوجہد، وہ مرد بن گئی تھیں۔ انہوں نے مردوں کی طرح کمایا اور مردوں کی طرح ہی ہماری حفاظت کی۔ یہاں کے گندے ماحول سے بچانا، یہاں تک کہ ہم آپ کو بھول گئے اور جب ہم سب کچھ بھلا چکے تھے، آپ یاد دلانے آگئے۔ آپ میرا رشتہ لے کر آنے والے کون ہیں میں نہیں جانتی۔ میں آپ کی کچھ نہیں ہوں۔ یہ بات کبھی نہ بھلائیں آپ۔"

وہ جب بول رہی تھی، ایک سحر تھا جو ماحول پر طاری تھا۔ ارم کی آنکھوں میں آبشار تھا۔ سمیر کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سفیر اور اشیر دم بخود تھے۔ امن جو بمشکل آنسو روکے ہوئے تھی۔ ماں سے لپٹ گئی اور دونوں ساتھ رونے لگیں۔

"بیٹا! زینب آپا بہت محبت کرنے والی ہیں۔ ان کا

بیٹا بھی بہت اچھا ہے' میں اس سے لندن میں ملی تھی۔ زینب آپا نے مجھے اشارہ دیا تھا۔ اس رشتے میں کوئی خرابی نہیں۔"

"خرابی نہیں ہوگی مگر انہوں نے ان صاحب کو ہمارا پتا کیوں دیا۔ آپ سے ہی جو کہنا تھا کہہ دیتیں۔"

"انہوں نے اصول کی بات کی ہے۔ لڑکی کے رشتے کے لیے' باپ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ تم لاکھ بےتکلفی کے راگ الاپو۔ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتیں کہ یہ تمہارے باپ ہیں۔ تمہارا رشتہ کرنے کا انہیں حق ہے۔ اور یہ حق میں نے ان کو دیا ہے۔ انہوں نے تمہاری بکواس سن لی۔ اور چپ [illegible] ان کی محبت ہے۔"

امن اب اپنے کمرے میں تھی۔ [illegible] نکال کر ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔ مگر دل میں کانٹا سا چبھا ہوا تھا۔ ارم اس کے کمرے میں آکر بیٹھی تھی۔

"امی! آپ نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ ان سے کچھ مانگا نہیں۔ یہ آپ کی اعلا ظرفی اور قناعت ہے۔ میں اپنے خاندانی گھٹیا خون کے سبب چپ نہیں رہی۔ آپ مجھے معاف کردیں۔"

"معافی تو تمہیں اپنے باپ سے مانگنی چاہیے بیٹا!" امن کو جیسے ارم نے چابک رسید کیا تھا۔ ارم سنجیدہ' امن حیران۔

"تم اپنی حد سے تجاوز کرگئی تھیں۔ باپ بیٹی کے درمیان ادب احترام کا رشتہ ہوتا ہے۔ تم نے اس رشتے کی بے حرمتی کی ہے۔"

"امی! کیا باپ بیٹی کے درمیان محبت کا رشتہ نہیں ہوتا۔ وہ مجھے نظر کیوں نہیں آتا؟"

"کیونکہ تم نے خودساختہ نفرت کی عینک پہنی ہوئی ہے۔ بہرحال مجھے زینب آپا کے بیٹے بہت معقول لگے۔ چھوٹا تو بہت ہی پیارا ہے۔ تم کل تک سوچو۔"

"میری ماں فرشتہ ہے۔ اور میں۔۔۔ عام انسان' ڈاکٹر شعیب کا ذکر اس وقت نہیں' پھر کسی وقت۔ بہتر تھا۔ وہ خود امی سے بات کریں۔ امی سمجھ جائیں گی۔ میں بھی ڈاکٹر شعیب کے لیے راضی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

صبح وہ ذرا جلدی اسپتال چلی گئی' ڈاکٹر شعیب کو سمیر کی آمد کی اطلاع دینی تھی۔ وہ جانتی تھی' ارم سمیر کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گی۔ ڈاکٹر کے کمرے پر دستک دینے والی تھی کہ اندر سے ان کی پرغضب آواز سنائی دی۔ ابھی غصے میں ہیں۔ مجھے بھی الٹا سیدھا سنا دیں گے۔ وہ واپس پلٹنے کو تھی کہ اندر سے کسی عورت کی بلند مگر لرزتی ہوئی آواز سن کر رک گئی۔

"تم میری بیٹی کی بربادی کے ذمے دار ہو۔ تم نے اسے اس حال کو پہنچایا ہے۔ ایک [illegible] لو خدا کے لیے [illegible] اسپتال میں داخل کرلو۔ [illegible] علاج کی ضرورت ہے۔"

[illegible] کا آخری [illegible] بھرا [illegible] ڈاکٹر شعیب کی غضب ناک آواز آئی۔

"دفع ہوجاؤ' اور آئندہ یہاں قدم نہ رکھنا۔ دھکے دے کر باہر پھنکوادوں گا۔ سڑک پر کسی بس کے نیچے آکر مرگئیں تو تمہاری بیٹی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے گی۔ جاؤ۔ بیٹی کو زہر کا انجکشن لگوادو' تاکہ تمہاری جان چھوٹے۔"

"ڈاکٹر۔ ایسا نہ کہو۔ اس کو علاج کی ضرورت ہے' اور میرے پاس علاج کے لیے [illegible] بیماری کا سن کر آئی ہوں۔ خدا [illegible] میری [illegible] نے تمہیں [illegible] اسپتال میں [illegible] نے اس سے شادی کرلی۔ اس کی حالت خراب ہے اس کے ذمے دار تم ہو۔ تم یاد رکھو چین نہیں ملے گا تمہیں۔۔۔ بے بس ماں کی بددعائیں تمہیں سکون نہیں لینے دیں گی۔"

"میں۔۔۔ میں نفرت کرتا ہوں ماں سے۔۔۔ ماں کے لفظ سے۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔ نکلو۔۔۔"

دروازہ کھلا اور بوڑھی عورت باہر آکر گری۔ امن پھرتی سے سائیڈ میں ہوگئی۔ اور اس عورت کو بددعائیں دیتے ہوئے گیٹ کی طرف جاتے دیکھتی رہی۔ امن کانپ رہی تھی۔ یہ کیا قصہ ہے؟ پھر وہ



لاؤنج میں آکر سانس درست کرنے لگی۔ ڈاکٹر کی آواز میں درندے جیسی غراہٹ تھی۔ اگر وہ غلطی سے اندر چلی جاتی' وہ اسے بھی چیر پھاڑ دیتے۔ شکر ہے۔ جان بچی' راؤنڈ پر ڈاکٹر شفیع اس کے ساتھ تھے۔ کسی نے پوچھا۔ "آج ڈاکٹر شعیب نہیں آئے؟ سر شہباز ان سے ملنا چاہتے ہیں۔" شہباز بھی سینئر ڈاکٹر تھے۔ شفیع نے مسکرا کر کہا۔ "آج وہ کسی سے نہیں ملیں گے۔۔۔ وہ بہت ڈسٹرب ہیں۔"

"جی؟ کیا مطلب؟" اس نے ان سے پوچھا۔

"بھئی [illegible] بننے کی کوشش کرتے ہیں' مگر ہیں تو انسان۔ کمزور انسان۔"

"کمزور۔۔۔؟ ڈاکٹر شعیب؟" وہ حیرت [illegible]

[illegible]

"[illegible] آج ایک بوڑھی عورت' سابقہ ساس کی بددعاؤں سے ڈر جائے کمزور ہی ہوا۔ اس کی بیٹی جو کبھی یہاں نرس ہوا کرتی تھی' ڈاکٹر صاحب نے اس سے لو میرج کرلی تھی۔ پھر [illegible] واقعے کی طرح اس کو زندگی سے نکال دیا۔ وہ بیمار ہے۔ اور ماں کے پاس علاج کی استطاعت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب یہاں اسے داخل نہیں کرنا چاہتے [illegible] ہیں۔"

[illegible] گئی۔

[illegible]

"[illegible] تمہیں [illegible] ایرانی تھی۔ [illegible] ٹیم کے لیے [illegible] آئی اور ڈاکٹر صاحب کو ایسی ہی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ [illegible] کی بیک کمزور ہو۔ پہلی انڈین تھی۔ دوسری فلسطینی' تیسری ایرانی' تینوں کے باپ نہیں تھے۔ ایرانی تو کسی غلط دوا کے استعمال سے بیمار ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کو اولاد کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے' پہلی دونوں کا مجھے علم نہیں۔ میں یہاں نیا آیا ہوں۔ چلیں چھوڑیں۔" وہ آگے بڑھ گئے۔

اور اس کو طوفان کی زد میں چھوڑ گئے۔ وہ راؤنڈ نامکمل چھوڑ کر لاؤنج میں آگئی۔ سامنے کا کمرہ ڈاکٹر جمیل کا تھا۔ اس نے ڈاکٹر شفیع کو ان کے کمرے میں داخل ہوتے اور جمیل کو کہتے سنا۔

"ڈاکٹر شعیب گھر چلے گئے ہیں' خاصے پریشان تھے۔ الجھے ہوئے سے۔ پتہ نہیں کیا ہوا ہے؟"

"مجھے پتا ہے۔" ڈاکٹر شفیع نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مطلع کیا۔ "ان کی وہ ایرانی سابقہ بیوی تشریف لائی تھیں۔ خوب لمبے ڈائیلاگ' پھر اس بےچاری کو نکال دیا۔ گالیاں کوسنے دیتی ہوئی گئی ہے۔ غصہ تو ظاہر ہے انسان کو پریشان کرتا ہے۔ لگتا ہے ڈاکٹر شعیب اپنی ماں کا بدلہ بہت جلد کسی اور لڑکی کو شکار بنا کرلیں گے۔ اس واقعے نے انہیں چونکا دیا ہوگا' اب جلدی کرنی پڑے [illegible]"

"وہ شکار' یا ہدف موجود ہے۔ ڈاکٹر ام[illegible] کل

ان ہی پر توجہ دے رہے ہیں۔ عنقریب رزلٹ آجائے گا۔" جمیل نے بتایا۔

"کیا۔۔۔؟ کیا کہا؟ ڈاکٹر امن؟" شفیع شاید کرسی سے اچھلے تھے۔

"ہاں تو اور کیا۔۔۔ وہی ہیں جو ان کی اس ایکٹیوٹی سے واقف نہیں۔ اپنے کام سے کام رکھنے والی۔ ناتجربہ کار اور معصوم اور نئی بھی۔"

"کمزور بیک۔۔۔" ڈاکٹر شفیع نے بڑبڑا کر کہا۔ "پھر شاید مسکرائے ہوں گے۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے جمیل' وہ بھی واقف ہو گئی [illegible] کہانی کو نیا موڑ ملا ہے۔"

"کیا مطلب؟ شفیع! تم۔۔۔ تم نے کچھ بتا تو۔۔۔ اوہ نو۔۔۔ اب شعیب کے غضب سے کون بچائے گا تمہیں؟ کچھ سوچا ہوتا۔"

"فکر نہ کرو۔ میرا آج آخری دن تھا۔ یہاں پرسوں ہی میں نے استعفیٰ دیا۔ جو منظور ہو گیا۔ اور اب۔۔۔ میں چلا۔۔۔ ڈاکٹر امن ذرا بھی عقل مند ہوں گی تو خاموشی سے چلی جائیں گی۔ یہاں سے۔" ڈاکٹر شعیب کا نصب العین تمام مریضوں کو صحت دینا۔ ان کا خیال رکھنا۔ اور اسٹاف کو حکم تھا کام۔۔۔ کام اور کام وہ کام کرتی رہی۔ اسے کچھ نظر آتا تھا تو ڈاکٹر شعیب۔۔۔ ان کی ہمت' ان کا عمل' ان کا انتظام' شخصیت' بارعب اور وجیہہ' اصولوں کے پابند۔۔۔ اور سخت' خود کو بہت عقل مند سمجھتی تھی۔ تجربہ کار کہتی تھی۔ وہ تو ڈاکٹر کی امیدوں پر پورا اترنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ڈاکٹر کو حاصل کرنا زندگی کا مقصد بنا لیا۔ مقصد کبھی کبھار فوت بھی ہو جاتے ہیں۔

"مس امن۔۔۔! سنیے۔" ڈاکٹر ناہید پکار رہی تھیں۔ اسے یوں روکنا اچھا نہیں لگا۔

"ڈاکٹر شعیب اپنے گھر چلے گئے ہیں۔ ڈسٹرب تھے۔ کہہ گئے ہیں کہ آپ ان کے گھر آ کر ان کی بات سن لیں۔ دراصل آپ کی ذات انہیں سکون دیتی ہے۔"

ڈاکٹر ناہید کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ جی چاہا کہہ دے۔۔۔ ہاں وہ ڈسٹرب ہیں اور شفیع کی اطلاع بھی پہنچا دے۔ مگر اس نے لب بند رکھے۔ ایک عورت حالت نزاع میں ہے۔ اور انہیں سکون کی ضرورت ہے۔

"سوری ناہید! میں نہیں جا سکوں گی۔ آپ ہی چلی جائیں۔ میرے فادر آئے ہیں۔ میں انہیں ٹائم نہیں دے سکی۔ میری طرف سے معذرت۔"

ڈاکٹر ناہید کے لبوں سے مسکراہٹ یوں غائب ہوئی جیسے کسی نے [illegible] چھین لیا ہو۔

☆ ☆ ☆

[illegible] بچے [illegible] تھے [illegible] میری پیٹھ تھی۔"

"نہیں ارم! یہ ممکن نہیں۔ میں نے آتے ہی بتا دیا تھا۔ اب میں تم لوگوں کے ساتھ رہنے آیا ہوں۔ برمنگھم میں جاب لے لی ہے میں نے۔ گھر بھی دیکھ لیا ہے۔ سب کو ساتھ رکھوں گا۔ لیکن امن جس کی خاطر منصوبہ بنا کر آیا تھا۔ وہ نفرت کرتی ہے مجھ سے۔ میرا یہاں رکنا مناسب نہیں۔"

وہ کھڑا تھا اور بچوں کو پیار کر رہا تھا۔

"کبھی ملنے آ جانا یار! بہت [illegible] باپ ہوں۔ تم [illegible] زندہ ہوں [illegible] کر دینا۔ میں آ جاؤں گا۔"

آواز بھاری تھی۔ امن کو اس پر ترس آ گیا۔ کیا تھا اس کی جھولی میں؟ بیوی کا سکھ' نہ بچوں کا آرام۔ کاش میری ماں کی قدر کی ہوتی۔ اس کے اندر ابال سا اٹھا اور ساری نفرت اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔ کیا ہوا جو یہ ہم سے الگ رہے۔ ہم زندہ ہیں۔ اور یہ خدا کا کرم ہے کہ آج۔۔۔ اس موقع پر' مجھے مشکل سے نکالنے آ گئے ہیں میں۔۔۔ ناتجربہ کار۔۔۔ بے وقوف۔

وہ بھاگتی ہوئی اندر جا کر سمیر سے لپٹ گئی۔ سب گھبرا گئے۔

"معاف کر دیں بابا! مجھے معاف کر دیں۔ گستاخی کی



تھی میں نے۔ مجھے ہوش نہ تھا۔ بابا مجھے ماریں' سزا دیں پلیز۔"

وہ رو رہی تھی ارم کے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔

سمیر نے اسے گرم جوشی سے لپٹا لیا۔

"امن۔۔۔ امن۔۔۔ میری بیٹی! میری زندگی مجھے تم پر فخر ہے۔ تم بہت بہادر ہو۔ اپنی ماں کی طرح۔ بیٹا! تم لوگوں نے میرے بغیر بہت دکھ اٹھائے ہیں تو میں نے بھی تمہاری جدائی کے عذاب سہے ہیں۔ ہر لمحہ' ہر آن میں مرتا تھا۔ پچھتاتا تھا۔ اپنی خود غرضی پر روتا تھا۔ تم میرا دل' میرا [illegible] جھانک کر دیکھتیں۔ تمہارے [illegible] تمہارا [illegible] طلب [illegible] ڈاکٹر بن گئی ہو۔ میں اس رات بہت رویا۔ اور ہوش بھی ہوا کہ میری بیٹی شادی کے لائق ہو گئی۔ میں نے پہلے غلامی کی زنجیر سے آزادی حاصل کی۔ پھر برمنگھم میں جاب حاصل کی۔ تاکہ تم سب کے ساتھ رہ سکوں۔ مجھے لندن راس نہیں آیا تھا۔ میرے بچے بچھڑ گئے تھے۔ میری [illegible] تم سب سے غافل رہا۔ [illegible] امید لے کر آ گیا [illegible]"

"نہیں بابا! بھول جائیں [illegible] ہوئے دن۔ یہاں جب مجھے آپ کی ضرورت تھی۔ آپ مجھ سے دور تھے۔ مگر اب۔۔۔ امیر اور سفیر کو آپ کی نگرانی کی ضرورت ہے بابا! آپ واپس پاکستان ہی کیوں نہیں چلتے۔ ہم سب وہیں رہیں گے۔ میں پریکٹس کروں گی۔ سفیر جاب کر لے گا۔ اور میرے کلینک میں مدد دے گا۔"

"مگر تم کیسے جا سکتی ہو؟" ارم نے جلدی سے کہا۔ "ڈاکٹر شعیب ابھی آئے تھے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور شاید تم بھی۔ کل تک جواب مانگا ہے۔"

امن دم بخود ارم کو تکنے لگی۔ "کل تک۔۔۔ شادی۔۔۔ شعیب۔۔۔"

"بیٹا! عمر کچھ زیادہ ہے۔ مگر۔۔۔ تم کو پسند ہے تو۔۔۔ تم سمجھ دار ہو۔ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔"

ارم کتنی مجبور نظر آ رہی تھی اور سمیر بھی پژمردہ۔

"امی۔۔۔! سمجھ دار اور تجربہ کار میں بہت فرق ہوتا ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں آپ دونوں کی مرضی کے بغیر اپنی زندگی کا فیصلہ کروں گی؟ امی! بابا میری زندگی اور مستقبل کا فیصلہ آپ دونوں اپنے تجربے کی بنیاد پر کریں گے۔"

"میرا خیال ہے زینب آپا کو اقرار کا فون کر لیں۔ امیر بیٹا! پاکستان کی لائن تو ملاؤ۔" ارم خوشی سے بے حال کہہ رہی تھی۔

"اور کیوں نہ ہم پاکستان جانے کی تیاری ابھی سے شروع کر لیں؟" سفیر نے کہا۔

"ہاں' زینب آپا کے لیے سرپرائز۔"

ارم کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ امن نے پہلی بار دیکھی۔ کیسا کھلا کھلا گلاب جیسا چہرہ تھا اس وقت اس کی ماں کا۔ کیا یہ اس کے اعتراف شکست پر یا سمیر کی موجودگی کے سبب؟ یا۔۔۔ اپنی خواہش کی تکمیل پر۔ وہ محبت سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔ جو فون پر زینب پھپھو سے بات کر رہی تھیں۔ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے شاید۔ میری ماں کی زندگی میں اب خوشی آ گئی ہے۔ انتظار کے دن۔ اچھے دنوں کا انتظار۔ اب انتظار نہیں رہا۔ یقین ہو گیا ہے۔ اس نے سمیر کو دیکھا' اب وہ فون پر اقرار کر رہے تھے۔ ماں اور باپ۔

دونوں ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ وہ ان دونوں سے جا کر لپٹ گئی۔

بہت انتظار کے بعد' اچھے دن پیارے دن آ ہی گئے تھے۔